

تراویح، اعتکاف، وتر اور ان سے متعلق قیمتی معلومات پر مشتمل اہم کتابچہ

# مختصر قیام رمضان

تالیف محدث عصر علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

ترجمہ و تعلیق شیخ ابولکیم مقصود الحسن فیضی حفظہ اللہ

ناشر صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی

تراویح، اعتکاف، و تراویح سے متعلق قیمتی معلومات پر مشتمل اہم کتابچہ

# مختصر قیام رمضان

تالیف: محدث عصر علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ

ترجمہ و تعلیق: شیخ ابوالکلیم مقصود الحسن فیضی حفظہ اللہ

ناشر: صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی



- نام کتاب : مختصر قیام رمضان
- تالیف : محدث عصر علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
- ترجمہ و تعلیق : شیخ ابوالکلیم مقصود الحسن فیضی حفظہ اللہ
- ناشر : صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی
- سن اشاعت : ۲۰۰۹ء

ملنے کیلئے

- ✽ آفس صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی
- ۱۳-۱۴، عبدالقادر چال، ایل بی ایس مارگ،
- بالمقابل بیسٹ ڈپو، کرلا (ویسٹ) ممبئی-۷۰
- ✽ مرکز الدعوة الاسلامیہ والخیریہ
- اسلامی کمپاؤنڈ، مقام پوسٹ: سونس (خورد) تعلقہ: کھیڈ
- ضلع: رتناگیری، مہاراشٹر-۴۱۵۷۲۷

# فہرست

5	عرض ناشر
9	مترجم کے قلم سے
15	مؤلف کا مقدمہ
21	قیامِ رمضان (تراویح)
21	رمضان کی راتوں میں قیام کی فضیلت
22	شب قدر اور اس کی تعیین
23	قیامِ رمضان (تراویح) کے لئے جماعت مشروع ہے
24	اللہ کے رسول ﷺ کا برابر جماعت سے نماز تراویح نہ پڑھنے کا سبب
26	عورتوں کے لئے بھی جماعت مشروع ہے
26	تراویح کے رکعتوں کی تعداد
28	قیام (تراویح) میں تلاوت قرآن مجید
30	قیام (تراویح) کا وقت
33	رات کی نماز کا طریقہ

- 35----- وتر کی تین رکعتوں میں قراءت
- 36----- دعائے قنوت اور اس کا مقام
- 37----- وتر کے آخر کی دعا
- 38----- وتر کے بعد کی دو رکعتیں
- 40----- اعتکاف
- 40----- اعتکاف کا ثبوت
- 41----- اعتکاف کی شرطیں
- 43----- اعتکاف کرنے والے کے لئے جائز کام
- 44----- عورت کا اعتکاف کرنا اور اعتکاف میں بیٹھے ہوئے شوہر کی زیارت کرنا
- 48----- مسائل ثلاثہ کی اضافی معلومات
- 48----- پہلا مسئلہ: کیا اعتکاف مساجد ثلاثہ کے ساتھ خاص ہے؟
- 48----- اس مسئلے میں بعض اقوال اور بھی ہیں
- 59----- دواہم فتوے
- 59----- علامہ قسیم فقیہ عصر فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین کا فتویٰ
- 61----- شیخ الحدیث مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ کا فتویٰ
- 63----- دوسرا مسئلہ: دعائے قنوت وتر رکوع سے قبل یا رکوع کے بعد؟
- 66----- تیسرا مسئلہ: قنوت وتر میں "اللهم اهدنی" کے بجائے "اللهم اهدنا" کا استعمال کرنا...



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## عرضِ ناشر

دین حق کا علم اور اسی کے مطابق عمل یہ عین مطلوبِ شرع ہے، کتاب و سنت میں اس حقیقت کی صراحت، تاکید اور ہدایات بکثرت موجود ہیں ﴿اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ﴾ (الاعراف: ۳) اور ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (الاحزاب: ۲۱) جیسی آیات بڑی تعداد میں وارد ہیں نیز اعتصام بالکتاب والسنہ کی اہمیت و عظمت ثابت کرنے والی سنتیں، واقعات اور حدیثیں بھی بڑا ذخیرہ ہیں جو متلاشیانِ حق کے لئے مخفی نہیں ہیں بلکہ بات تو یہاں تک ہے کہ جو عمل اسلام میں سنتِ رسول کے خلاف ہو گا وہ مردود ہوگا۔

اسی لئے سلف سے دور حاضر تک کے علماء حق نے کتاب و سنت کا بھرپور اہتمام کیا ہے تاریخ اس سچائی کی شہادت دیتی ہے کہ اہل علم نے جب جب انحراف، سنت کی مخالفت مسلکی روایتی ہوا پرستی دیکھی تو پوری عزیمت کے ساتھ کھڑے ہو کر سنتِ رسول اور اسوۂ حسنہ کی بالادستی قائم کی۔ لیکن اتنا سب ہونے کے باوجود بھی جب لوگ یہ کہتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ علماء اسلام کا چاروں اماموں کی تقلید پر اجماع ہو گیا ہے لہذا ان کے طریقے اور مسلک کی پیروی عین دین ہے۔

یہ تاریخ کا بہت بڑا جھوٹ اور فریب ہے بلکہ سچ یہ ہے کہ چاروں اماموں کے ساتھ تمام امامانِ حق کا اس پر اجماع ہے کہ نص اور سنت کی موجودگی میں کسی اور طریقے کی پیروی اور

تقلید حرام ہے جیسا کہ چاروں ائمہ کرام نے خود اپنی تقلید کی ممانعت کی صراحتیں کی ہیں۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ جو چیز دین میں جتنی اہم ہے اسی طرح اس کی مخالفت عام ہے شیطان ہدی رسول کی خلاف ورزیوں پر آمادہ کرتا رہتا ہے تاکہ مسلمان سنت رسول ترک کر کے مختلف طریقوں پر چل پڑیں، گروپ بکثرت ہو جائیں پھر لوگ اپنی اپنی نسبتوں پر مرنے مٹنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

چونکہ یہ اللہ کی سنت ہے کہ ہر دور میں تجدید اسلام کا کام ہوتا رہے، اصل اسلام کی نسبت سے لوگوں کو آگاہی و آشنائی حاصل ہوتی رہے تاکہ کسی کے لئے عذر باقی نہ رہ جائے۔ اسی سنت الہیہ کو تائید ربانی اور اس کے فضل سے دور حاضر میں بھی اکابرین نے بڑی قوت اور حوصلہ مندی سے جاری کیا ہے جس کی وجہ سے پوری دنیا میں حق و صداقت اور منہج سلف کا ڈنکا بج گیا ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جب سارے عالم میں بیس رکعت تراویح کو سنت رسول ٹھہرانے کی زبردشت کوشش شروع ہوئی اور نامناسب ترجمانی ہونے لگی تو غیرت مند ان سنت نے کمر بستہ ہو کر اس موضوع پر بھرپور کام کیا اور ثابت کیا کہ بیس رکعت تراویح نا تو نبی ﷺ کی سنت ہے نہ خلافت راشدہ میں اس پر عمل ہے اور نہ صحابہ سے بسند صحیح ثابت ہے تو عوام و خواص کی ایک دنیا دنگ رہ گئی اور سچائی قبول کر لیا۔

محدث عصر علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے تو پورا جائزہ پیش فرما دیا کہ بیس رکعت والی روایتوں کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے جو اس مسئلہ تراویح میں متدل ہیں بلکہ صحیح اور ثابت شدہ روایتوں کے یہ خلاف ہیں، اللہ تعالیٰ پوری امت بالخصوص کتاب و سنت کے حاملین کی طرف سے انہیں جزاء خیر دے اور ان کی تمام کوششوں کو قبول کرے۔

آج دنیا میں دلائل کے ساتھ مسائل سمجھنے والے بکثرت ہیں ایسے حالات میں یہ فریضہ بڑھ جاتا ہے کہ امت کے درمیان مختلف فیہ مسائل کو کتاب و سنت اور سلف صالحین کے



تعال کی روشنی میں واضح انداز میں پیش کیا جائے اور نیک نیتی سے یہ کوشش ہو کہ لوگ سنت رسول پر چلیں اور اپنے اختلافات سنتوں کو اختیار کر کے ختم کر لیں۔

اسی جذبے کے ساتھ رمضان مبارک کی آمد پر مولانا سعید احمد بستوی صاحب (ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی)، برادر مکرم مقصود سین (سونس) اور دیگر عمائدین سے مشورہ کے بعد یہ طے پایا کہ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کی تراویح کے موضوع پر جو مختصر تحریر ہے شائع کر دی جائے، بالآخر برادر م مقصود سین کے واسطے سے شیخ کے ”مختصر قیام رمضان“ کا ترجمہ حاصل کیا گیا جسے جماعت کی مستند فاضل علمی شخصیت شیخ مقصود الحسن صاحب فیضی نے مع تعلیق و اضافہ کے تیار کیا تھا۔

شیخ مقصود الحسن فیضی رحمۃ اللہ جماعت و ملت کے لئے اللہ کی طرف سے ایک گراں قدر علمی عطیہ ہیں، جمعیت و جماعت ان کی کوششوں کی مشکور ہے اور برکت کے لئے دعا گو بھی۔ اللہ تعالیٰ جماعت کی اس علمی پیشکش کو عام مسلمانوں کے لئے مفید تر بنائے، رمضان المبارک میں جہاں مسلمانوں میں عمل کا جوش و ولولہ عام ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے اعمال رمضان کو سنت کے مطابق سب کو انجام دینے کی توفیق دے اور اس کتاب کے مؤلف، مترجم اور تمام معاونین کو اپنی رحمت و عافیت میں رکھے اور سب کا حامی و ناصر ہو۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد و باریک وسلم۔

والسلام

آپ کا دینی بھائی  
عبدالسلام سلفی

صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی

۲۱ شعبان ۱۴۳۰ھ / ۱۳ اگست ۲۰۰۹ء





”اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب کوئی فتنہ  
تمہیں چاروں طرف سے گھیر لے گا، اسی فتنے  
میں بڑا آدمی بوڑھا ہو گا اور بچہ بڑا ہو جائے گا،  
اور وہ لوگ اسے سنت سمجھ کر اپنالیں گے، اگر  
اس میں سے کسی چیز کو چھوڑ دیا گیا تو اعتراض  
کیا جائے گا کہ سنت ترک کر دی گئی، حضرت  
ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں نے سوال کیا: ایسا  
کب ہو گا؟ جواب میں انہوں نے فرمایا: جب  
تمہارے علماء ختم ہو جائیں گے، پڑھنے والے تو  
بہت زیادہ ہوں گے مگر سمجھنے والے کم ہوں گے،  
حکمران لوگ زیادہ ہوں گے البتہ امانت دار کم  
ہی ملیں گے، آخرت کے عمل کے ذریعہ دنیا کمائی  
جائے گی اور دین کے لئے نہیں بلکہ (دنیا کے لئے)  
علم حاصل کیا جائے گا۔“

(سنن الدارمی: ۶۴/۱، مستدرک الحاکم: ۵۱۴/۴)



## مترجم کے قلم سے

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين نبينا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين ومن تبعهم باحسان إلى يوم الدين. وبعد!

رمضان المبارک کا مہینہ وہ مہینہ ہے جسے سید الشہور، شہر التوبہ اور سال کا افضل ترین مہینہ ہونے کا شرف حاصل ہے، اس مبارک مہینہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بہت سی فضیلتوں سے نوازا ہے، اس مبارک مہینہ میں دنیا کی سب سے افضل کتاب افضل ترین نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوئی، اس مبارک مہینہ کی آمد پر جنت کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے سارے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، اس مبارک مہینہ کی برکات سے خاطر خواہ فائدہ اٹھانے کی خاطر سرکش جنوں اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے، اس مبارک مہینہ میں جس قدر عبادتیں ایک جگہ جمع ہیں کسی دوسرے مہینہ میں نہیں دیکھی جاتیں بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ تمام ارکان اسلام سے متعلقہ عبادتیں اس مبارک مہینہ میں شروع ہیں جیسے روزہ، تراویح، صدقہ و خیرات اور عمرہ وغیرہ وغیرہ۔

یہی وجہ ہے کہ تمام مسلمانوں کے نزدیک اس مہینہ کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ عام مہینوں میں نماز کا تارک بھی اس کے آتے ہی نماز کا پابند بن جاتا ہے، عام دنوں میں نماز باجماعت کا چھوڑنے والا اس ماہ میں باجماعت نماز ادا کرنے لگتا ہے، پورا سال قرآن مجید کو ہاتھ تک نہ لگانے والا بندہ اس مہینہ کے آتے ہی کم یا زیادہ حسب استطاعت قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے، حتیٰ کہ ہم نے بعض ایسے لوگوں کو بھی دیکھا ہے کہ جو عام دنوں میں اپنی

داڑھیاں چھلاتے ہیں وہ پورے رمضان میں اپنی داڑھی کو ہاتھ نہیں لگاتے۔

قطع نظر اس سے کہ ان کے اس عمل کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ عرض کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے وہ اس مبارک مہینہ کی آمد پر نیکیوں کی طرف راغب اور برائیوں سے دور رہتا ہے۔

اس مہینہ میں روزے کے علاوہ جس عمل خیر کا سب سے زیادہ اہتمام ہوتا ہے وہ نماز تراویح ہے بلکہ رمضان کا روزہ اور نماز تراویح دونوں لازم و ملزوم سمجھے جاتے ہیں حتیٰ کہ آپ کو اس مہینہ میں ایسے لوگ بھی ملیں گے جو فرض نمازوں کو وہ اہمیت نہیں دیتے جو نماز تراویح کو دیتے ہیں، وہ فرض نماز جماعت سے تو چھوڑ دیں گے لیکن تراویح پڑھنے کا اہتمام ضرور کریں گے، اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

”مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ“<sup>۱</sup>

”جس شخص نے حالت ایمان و بہ نیت ثواب رمضان المبارک کا قیام کیا (نماز تراویح پڑھا) اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دئے گئے۔“

البتہ جو بات افسوسناک ہے وہ یہ ہے کہ دیگر امور عبادت کی طرح یہ عبادت بھی ایک رسمی چیز بن کر رہ گئی ہے اور اس میں امت نے بہت سی تبدیلیاں کر رکھی ہیں، چنانچہ نہ تو رکعات تراویح کی اس مقدار کا لحاظ رکھا جاتا ہے جو نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین سے ثابت ہیں اور نہ ہی اس کیفیت کا اہتمام کیا جاتا ہے جو اس مبارک عبادت سے متعلق حدیثوں میں مذکور ہے بلکہ اگر ایک غیر جانبدار شخص حدیثوں میں مذکور تراویح کی رکعتوں اور کیفیت کو سامنے رکھے اور دوسری طرف ہماری رسمی تراویح کو دیکھے تو دونوں میں زمین و آسمان کا فرق پائے گا، حالانکہ چاہئے تو یہ تھا کہ یہ آخرت کا مسافر اس مبارک مہینہ میں اس مبارک عبادت سے متعلق اس عدد و کیفیت کا لحاظ رکھتا

۱- صحیح بخاری: ۱۹۰۱، الصوم، صحیح مسلم: ۷۶۹، المسافرین، بروایت ابو ہریرہؓ۔

جو حدیثوں میں مذکور ہے۔

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس مبارک عبادت کے متعلق اس کی صحیح رکعات اور کیفیت کا اہتمام کرنے والے اور اسے لوگوں کے سامنے بیان کرنے والے علمائے ربانی موجود نہیں تھے؟ ایسا ہرگز نہیں بلکہ ہر زمانے میں علمائے حق نے اس مبارک عبادت کی حقیقی حیثیت کو واضح کیا ہے کہ اس کی رکعتیں کتنی ہیں، اس کی کیفیت کیا ہونی چاہئے اور اس کا وقت کیا ہے؟ یہ ساری باتیں واضح کر دی گئی ہیں، خصوصاً ہمارے ہندو پاک کے علمائے اہل حدیث نے تو اس سلسلے میں اتنا کام کیا ہے کہ اب اس پر کسی اضافہ کی نہ تو گنجائش ہے اور نہ ہی ضرورت۔

البتہ عصر حاضر میں شام کے علاقے میں علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس مبارک عبادت سے متعلق لوگوں کی غلطیوں کو محسوس کیا اور ”صلاة التراويح“ نام سے ایک چھوٹی مگر جامع کتاب تالیف فرمائی جس میں تین باتوں پر کافی زور دیا:

۱۔ نبی کریم ﷺ سے نماز تراویح کی رکعتیں صرف گیارہ ہی ثابت ہیں اور جس روایت میں بیس رکعت کا ذکر ہے وہ ضعیف اور ناقابل استدلال ہے۔

۲۔ مشہور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس رکعت تراویح کی بنیاد رکھی وہ بالکل غلط ہے، نہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس رکعت کا حکم دیا اور نہ ہی آپ ﷺ نے خود بیس رکعت تراویح پڑھی اور نہ ہی آپ کے زمانے میں بیس رکعت تراویح پڑھی گئی، بلکہ علامہ مرحوم نے تو یہاں تک ثابت کیا کہ کسی بھی بڑے صحابی سے بیس رکعت پڑھنا ثابت نہیں ہے، بلکہ اس کے برعکس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق گیارہ رکعت ہی پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ یہ ساری باتیں علامہ مرحوم نے خالص علمی انداز اور ٹھوس علمی دلائل کی روشنی میں ثابت کی ہیں۔

۳۔ ایک تیسری بات جو اس کتاب میں نئی ہے وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ نے مختلف اوقات میں رات کی نماز کو کن کن کیفیتوں اور کتنی تعداد میں پڑھی ہے، تاکہ ہر جمع سنت اس پر آسانی سے عمل کر سکے۔



چونکہ یہ کتاب قدرے طویل تھی اور اس میں خالص علمی بحثیں تھیں جس سے عام لوگ اور طویل بحثوں سے اکتا جانے والے حضرات کم ہی مستفید ہو سکتے تھے، لہذا علامہ مرحوم نے خود ہی اس کا اختصار پیش کیا اور اس میں اعتکاف وغیرہ سے متعلق بعض مفید باتوں کا اضافہ بھی کیا ہے، زیر نظر کتابچہ علامہ مرحوم کے اسی مختصر کا ترجمہ ہے جو کہ ناظرین کے ہاتھوں میں ہے، البتہ کتابچہ پڑھنے سے قبل چند باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

(۱) علامہ مرحوم کے مذکورہ ”رسالہ“ کے دو حصے ہیں، ”متن اور حاشیہ“

متن کے ترجمہ میں، میں نے کوشش کی ہے کہ ترجمہ لفظ بلفظ اور با محاورہ ہو، بہت کم جگہیں ایسی ملیں گی کہ وہاں ترجمانی کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے، البتہ جہاں تک حاشیہ کا تعلق ہے تو اس کا ترجمہ لفظ بلفظ نہ کر کے اس میں ہم نے دو طرح کی تبدیلیاں کی ہیں:

اول: حوالہ میں علامہ مرحوم کے اسلوب کی پابندی نہیں کی، کیونکہ علامہ مرحوم نے اس کتابچہ میں علمی اسلوب اور اپنی دوسری کتابوں کی طرف اشارے سے زیادہ کام لیا ہے، اس سلسلے میں ہم نے یہ کوشش کی ہے کہ حاشیہ کو آسان بنا دیں اور علامہ مرحوم نے جہاں اپنی کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے اس کتاب کی طرف رجوع کر کے حوالہ کو مکمل کر دیں۔

دوم: علامہ مرحوم نے حاشیہ میں بعض جگہ اگر کوئی ایسی علمی بات بیان کی ہے جو عام لوگوں کے فائدے کی نہیں ہے تو ہم نے اسے حذف کر دیا ہے۔

اسی طرح اگر حاشیہ میں کسی کلمہ کا معنی واضح کیا گیا ہے اور ترجمہ میں وہ معنی آ گیا ہے تو حاشیہ سے ہم نے اسے حذف کر دیا ہے۔

(۲) علامہ مرحوم کا یہ مختصر رسالہ جس کا ترجمہ ناظرین کے ہاتھوں میں ہے اس کا دوسرا ایڈیشن میرے سامنے ہے جس کے شروع میں دوسرے ایڈیشن سے متعلق ایک صفحہ کا مقدمہ ہے، عام قاری کے لئے یہ غیر ضروری تھا لہذا حذف کر دیا ہے، البتہ پہلے ایڈیشن کے مقدمہ کا ترجمہ اس

کتابچہ میں موجود ہے، ہاں اگر یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس مقدمہ کا وہ حصہ جس میں علامہ مرحوم نے ”شیخ اسماعیل انصاری“ کی بعض علمی کوتاہیوں کی نشاندہی کی ہے اسے حذف کر دیا ہے، اس لئے کہ شیخ مذکور نے علامہ مرحوم کی کتاب ”صلاۃ التراويح“ کی تردید لکھی تھی، لیکن چونکہ وہ باتیں خالص علمی تھیں اور عام قاری کو اس سے نہ صرف کوئی فائدہ نہ تھا بلکہ مزید یعنی الجھاد کا خطرہ تھا اس لئے اسے حذف کر دیا گیا ہے، کیونکہ اس رسالہ سے میرا مقصد عام اردو داں طبقہ کے سامنے رمضان سے متعلق مفید باتیں رکھنا ہے، انہیں علمی بحثوں میں الجھانا نہیں ہے۔

(۳) جس طرح ہر عالم و مجتہد کا اپنا اجتہاد ہوتا ہے اور بسا اوقات عام علماء سے ہٹ کر اس کے کچھ تفردات ہوتے ہیں، اسی طرح علامہ مرحوم کے بھی اپنے کچھ تفردات ہیں، یعنی بعض مسائل میں علامہ کی تحقیق دوسرے علماء کی تحقیق سے مختلف ہے، بالخصوص وہ مسائل جو ہمارے ہندوپاک کے علمائے اہل حدیث کے نزدیک متفق علیہ چلے آ رہے ہیں، ان مسائل میں سے بعض کا ذکر اس رسالہ میں بھی موجود ہے۔ مثلاً علامہ مرحوم کی رائے میں دعائے قنوت رکوع سے قبل متعین ہے، اعتکاف صرف تین مسجدوں، مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں ہی ہو سکتا ہے۔ علمی دنیا سے تعلق رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ ٹھوس اور علمی دلائل کی بنیاد پر اختلاف رائے کوئی بری چیز نہیں ہے، بالخصوص علامہ مرحوم تو اپنے وقت کے امام، مجدد اور مجتہد ہیں، لیکن بری بات یہ ہے کہ کسی عالم کی کسی رائے کو بنیاد بنا کر امت میں تفرقہ ڈالا جائے اور اپنے مخالف کو بدعتی و کم علم کہا جائے اور اس کی رائے کا احترام نہ کیا جائے، ایسا ہی کچھ ہندوپاک میں ہوا کہ علامہ مرحوم کے بعض جذباتی، ادب خلاف سے عاری اور کم تجربہ کار شاگردوں اور معتقدین نے ان مسائل کو بنیاد بنا کر جماعت اہل حدیث میں تفرقہ ڈالنا چاہا، ہندوپاک کے علمائے اہل حدیث اور وہاں کے مدارس سے تعلیم یافتہ اہل علم کو جاہل تک قرار دیا، بلکہ جنوب ہند کے ایک شہر میں رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھے ہوئے لوگوں کو اپنا اعتکاف توڑ کر گھروں کو جانے پر مجبور کیا گیا، اسی طرح ہندوستان

کے ایک مشہور صنعتی شہر کی اہل حدیث جامع مسجد میں جہاں ایک عرصہ سے دعائے قنوت رکوع کے بعد پڑھی جاتی تھی اسے بدل کر رکوع سے پہلے کر دیا گیا اور امام کو دعائے قنوت میں "اللہم اھدنا" کے بجائے "اللہم اھدنی" یعنی جمع کے بجائے واحد کا صیغہ پڑھنے پر مجبور کیا گیا، وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے علامہ مرحوم کی تردید کی غرض سے نہیں بلکہ نفس مسئلہ کو واضح کرنے اور علمائے اہل حدیث کے موقف کی قوت کو واضح کرنے کے لئے تین مسائل سے متعلق ایک مختصری بحث رسالہ کے آخر میں بطور ضمیمہ رکھ دی گئی ہے، وہ مسائل یہ ہیں:

(۱) مساجد ثلاثہ میں اعتکاف کا مسئلہ۔

(۲) دعائے قنوت وتر رکوع کے بعد یا رکوع سے قبل۔

(۳) دعائے قنوت میں جمع کے صیغے کا استعمال۔

آخر میں محترم بھائی شیخ شبیر احمد صاحب نورانی شکریہ کے حقدار ہیں جنہوں نے اس کتابچہ پر نظر ثانی کی اور متعدد جگہ لغوی و فنی اصلاح کے ساتھ ساتھ مفید علمی مشوروں سے نوازا "جزاہ اللہ احسن وافر ما یجزی بہ عبادہ الصالحین"، اسی طرح عزیز بھائی شیخ عبدالسلام العمری کا بھی بہت بہت شکریہ جنہوں نے اس کتابچہ کی کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کا کام بڑی محنت سے کیا، "جزاہ اللہ خیراً و سدد خطاہ"۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو قول و عمل میں اخلاص و سداد کی توفیق بخشے اور میری اس مختصر کوشش کو میرے والدین کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مقصود الحسن فیضی

الغاط، سعودی عرب

16/05/1430ھ



## مؤلف کا مقدمہ

إِن الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. أما بعد  
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول بسند صحیح مروی ہے جو فی الواقع حدیث مرفوعہ<sup>۲</sup> کے حکم میں ہے کہ انہوں نے فرمایا:

”كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا لَبَسَتْكُمْ الْفِتْنَةُ يَهْرَمُ فِيهَا الْكَبِيرُ وَيَزْبُو فِيهَا الصَّغِيرُ إِذَا تَرَكَ مِنْهَا شَيْءٌ قِيلَ تَرَكْتَ السُّنَّةَ قَالُوا وَمَتَى ذَاكَ قَالَ إِذَا ذَهَبَتْ عُلَمَاؤُكُمْ وَكَثُرَتْ قُرَاؤُكُمْ وَقَلَّتْ فَقَهَاؤُكُمْ وَكَثُرَتْ أَمْرَاؤُكُمْ وَقَلَّتْ أَمَنَّاؤُكُمْ وَالتَّمَسَّتِ الدُّنْيَا بِعَمَلِ الْآخِرَةِ وَتَفَقَّهَ لِغَيْرِ الدِّينِ“<sup>۳</sup>

”اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کوئی فتنہ تمہیں چاروں طرف سے گھیر لے گا، اسی فتنے میں بڑا آدمی بوڑھا ہوگا اور بچہ بڑا ہو جائے گا، اور وہ لوگ اسے سنت سمجھ کر اپنا لیں گے، اگر اس میں سے کسی چیز کو چھوڑ دیا گیا تو اعتراض کیا جائے گا کہ سنت ترک کر دی گئی، حضرت ابن مسعود کے شاگردوں نے سوال کیا: ایسا کب ہوگا؟ جواب میں انہوں نے فرمایا: جب تمہارے علماء ختم

<sup>۲</sup> - اگر کوئی صحابی کوئی شرعی حکم، ثواب و عقاب یا کوئی غیر خبر دے جس میں عقل و قیاس کو دخل نہ ہو تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس صحابی نے یہ چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی سن کر بیان کی ہے، اس بات کو حدیث مرفوعہ کے حکم میں کہا جاتا ہے۔

<sup>۳</sup> - سنن الدارمی: ج ۱، ص ۶۴، مستدرک الحاکم: ج ۴، ص ۵۱۴ وغیرہا، امام دارمی رحمہ اللہ نے اس اثر کو دو سندوں سے نقل کیا ہے جن میں سے ایک کی سند صحیح اور دوسرے کی حسن ہے۔



ہو جائیں گے، پڑھنے والے تو بہت زیادہ ہوں گے مگر سمجھنے والے کم ہوں گے، حکمران لوگ زیادہ ہوں گے البتہ امانت دار کم ہی ملیں گے، آخرت کے عمل کے ذریعہ دنیا کمائی جائے گی اور دین کے لئے نہیں بلکہ (دنیا کے لئے) علم حاصل کیا جائے گا۔“

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث نبی ﷺ کے نبوت کی ایک نشانی اور رسالت کے سچائی کی دلیل ہے، اس لئے کہ عصر حاضر میں اس حدیث کا ہر جملہ ثابت ہو چکا ہے، اسی میں بدعت کی کثرت اور لوگوں کا اس سے متاثر ہونا بھی داخل ہے کہ لوگ بدعت کو سنت سمجھ بیٹھے ہیں اور اسے قابل اتباع دین بنائے ہیں، چنانچہ جو لوگ حقیقت میں اہل سنت ہیں ایسے کام کو چھوڑ کر اگر کسی ثابت سنت کی پیروی شروع کر دیتے ہیں تو اعتراض کیا جاتا ہے کہ ”سنت ترک کر دی گئی“۔

یہی کچھ ہم اہل سنت کے ساتھ ملک شام میں پیش آیا کہ جب ہم نے گیارہ رکعت نماز تراویح کی سنت کو زندہ کیا، ساتھ ساتھ اطمینان، خشوع اور اس بارے میں ثابت مختلف اذکار کا بھی حتی الامکان اہتمام کیا حالانکہ یہ ایسے کام تھے جنہیں بیس رکعت تراویح کا اہتمام کرنے والوں نے چھوڑ رکھا تھا، چنانچہ جب ہم نے اپنا رسالہ ”صلاة التراويح“ شائع کیا جو ہماری کتاب ”تسديد الاصابة الى من زعم نصره الخلفاء الراشدين و الصحابة“ کا دوسرا رسالہ ہے تو ان کے جذبات بھڑک اٹھے اور گویا ان پر قیامت گزر گئی، نیز اس لئے بھی کہ جب لوگوں نے دیکھا کہ اس رسالہ میں درج ذیل امور کو محققانہ انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ:

(۱) اللہ کے رسول ﷺ نے تراویح میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھی۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا تھا کہ سنت صحیحہ کے مطابق لوگوں کو گیارہ رکعت ہی پڑھائیں۔

(۳) اور وہ روایت جس میں یہ مذکور ہے کہ لوگ عہد عمری میں رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے، وہ شاذ و ضعیف ہے، کیونکہ وہ ان ثقہ راویوں کے بیان کے خلاف ہے جو گیارہ

رکعت بیان کرتے ہیں اور یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گیارہ رکعت کا ہی حکم دیا تھا۔

(۴) اور اگر اس شاذ روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو صحیح و ثابت روایت پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے، کیونکہ وہ تعداد رکعت میں سنت کے موافق ہے، نیز اس شاذ وضعیف روایت میں یہ کہیں بھی نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس رکعت کا حکم دیا تھا، بلکہ اس میں صرف یہ مذکور ہے کہ لوگوں نے بیس رکعت پڑھی، اس کے برعکس اس صحیح روایت میں یہ صراحت موجود ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گیارہ رکعت پڑھنے کا حکم دیا تھا۔

(۵) نیز اگر بیس رکعت کا اثر صحیح بھی مان لیا جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ لازماً اسی پر عمل کیا جائے اور سنت کے مطابق صحیح روایت پر عمل کرنا چھوڑ دیا جائے اور اس پر عمل کرنے والے کو مسلمانوں کی جماعت سے خارج قرار دیا جائے۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ اس سے صرف یہی ثابت ہوگا کہ اس پر عمل کرنا بھی جائز ہے، البتہ یہ بات یقینی ہے کہ جو عمل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور اس پر مداومت کی وہی افضل ہے۔

(۶) اس کتاب میں ہم نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ صحابہ کرام میں سے کسی ایک سے بھی بیس رکعت نماز تراویح ثابت نہیں ہے۔

(۷) اس دعوے کو بھی باطل ثابت کیا ہے کہ صحابہ کرام کا بیس رکعت نماز تراویح پر اجماع تھا۔

(۸) (اس رسالے میں) ہم نے یہ دلیل بھی بیان کر دی ہے کہ سنت سے رکعتوں کی جتنی تعداد ثابت ہے اس کا التزام واجب ہے اور ان علماء کا نام بھی ذکر کر دیا ہے جو اس عدد پر زیادتی کے عدم جواز کے قائل ہیں۔

ان کے علاوہ دیگر بہت سے فائدے ہیں جو کسی دوسری کتاب میں ایک جگہ نادر ہی پائیں گے، اور یہ ساری باتیں صحیح احادیث اور قابل اعتماد آثار سے واضح دلائل کی بنیاد پر بیان کی گئیں ہیں، جس کی وجہ سے مقلدین علماء کی ایک جماعت نے ہمارے خلاف چاروں طرف سے محاذ کھول دیا،

بعض نے تو اپنے درسوں اور تقریروں میں ہمارا رد کیا اور بعض نے ہماری سابقہ کتاب کی تردید میں کتابیں تحریر کیں،<sup>۴</sup> حالانکہ وہ سب کے سب علم نافع اور اس کی کسی بھی علامت سے کورے ہیں بلکہ یہ کتابیں گالی گلوچ پر مشتمل ہیں، جیسا کہ باطل پرستوں کا شیوہ رہا ہے کہ جب بھی وہ حق اور اہل حق کے خلاف بھڑکتے ہیں تو (ایسی ہی زبان استعمال کرتے ہیں) اس لئے میں کوئی بڑا فائدہ نہیں محسوس کرتا کہ ان پر رد لکھنے اور ان کی کور چشمی بیان کرنے میں اپنا وقت ضائع کروں، کیونکہ ایسے لوگوں کی ایسی کثرت ہے کہ ان پر رد کے لئے پوری عمر بھی کافی نہیں ہے، اللہ ان تمام لوگوں کو راہ ہدایت دکھائے۔

(اس کے بعد شیخ رحمہ اللہ نے بطور مثال صرف ایک صاحب جن کا نام شیخ اسماعیل انصاری ہے اور وہ دارالافتاء الریاض میں کام کرتے ہیں، ان کے کتابچہ پر کچھ علمی گرفت کی ہے، لیکن چونکہ وہ خالص علمی باتیں ہیں جس سے عوام بلکہ چھوٹے طالب علم بھی مستفید نہیں ہو سکتے اس لئے اسے حذف کر دیا گیا ہے، آخر میں علامہ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں)

”چونکہ ہمارے مذکورہ کتابچہ ”صلاة التراويح“ کی طباعت پر کافی مدت گزر چکی تھی اور اسے دوبارہ طباعت کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی، نیز اس کتابچہ نے بحیثیت دلائل ومقاصد اپنا ہدف پورا کر دیا تھا اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا تھا، جس میں سب سے اہم مقصد نماز تراویح سے متعلق لوگوں کو سنت کی طرف رہنمائی کرنا اور سنت کے مخالفین کی تردید کرنا تھا، حتیٰ کہ ملک شام، اردن اور دوسرے اسلامی ملکوں کی بہت سی مسجدوں میں یہ سنت رائج ہو گئی والحمد لله بنعمته تتم الصالحات، اس لئے ہم نے یہ مناسب سمجھا کہ خالص علمی اسلوب پر اس کا اختصار پیش

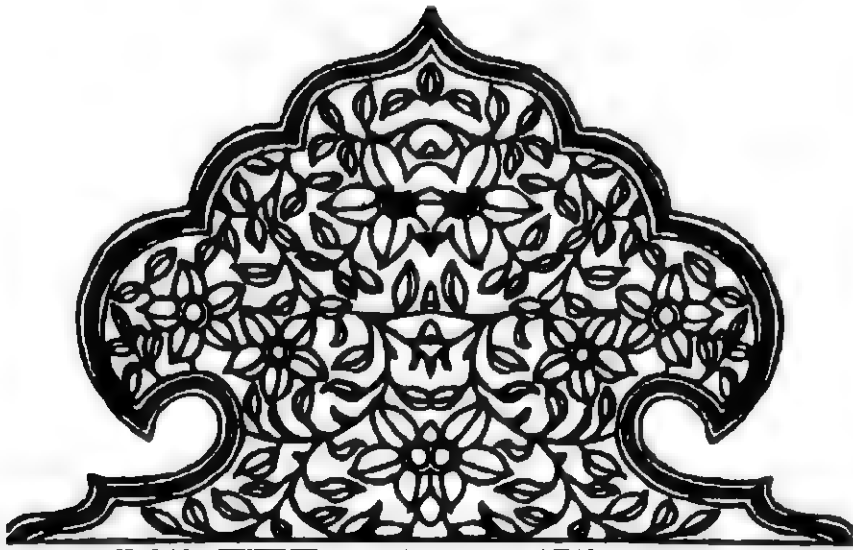
۴- میرے علم کے مطابق ان میں سے سب سے آخری شیخ محمد علی الصابونی پر جنہوں نے اپنے کتابچہ جس کا نام جو صرف برائے نام ہی ہے ”الهدی النبوی فی صلاة التراويح“ رکھا ہے، اس پر رد کے لئے میری کتاب ”سلسلة الاحادیث الصحیحة“ جلد چہارم کا مقدمہ دیکھئے۔

کردوں، جس میں کسی کی تردید شامل نہ ہو، جیسا کہ مثل مشہور ہے کہ ”اپنی بات کہو اور چلتے ہو“ نیز وہ اختصار ایسا ہو کہ اصل کتاب کے تمام علمی فوائد پر مشتمل ہو، مزید یہ کہ بطور اضافی فائدہ کے اس میں کچھ دیگر مفید باتوں کا اضافہ کر دیا جائے۔“

اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے ہم دعا کرتے ہیں کہ پہلے کتابچہ کی طرح اس سے بھی فائدہ پہنچائے اور مجھے اس پر اجر سے نوازے، وہی ذات ہے جو بہت ہی صاحبِ کرم و عنایت ہے اور اسی سے مانگا جاسکتا ہے۔







”مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا  
غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ“.

”جس شخص نے حالت ایمان و بہ نیت  
ثواب رمضان المبارک کا قیام کیا (نماز  
تراویح پڑھا) اس کے تمام پچھلے گناہ  
معاف کر دئے گئے۔“

(متفق علیہ)



## قیامِ رمضان (تراویح)

### رمضان کی راتوں میں قیام کی فضیلت:

(۱) اس بارے میں دو حدیثیں وارد ہیں:

پہلی حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قیامِ رمضان کی ترغیب دلاتے رہتے، البتہ پابندی کرنے کے لئے صحابہ کو اس کا حکم نہ دیتے، چنانچہ آپ فرماتے:

”مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ“<sup>۵</sup>

”جو شخص بحالت ایمان اور ثواب کی نیت سے رمضان کا قیام کرے گا اس کے تمام ماضی گناہ

معاف کر دئے جائیں گے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا اور معاملہ ایسا ہی رہا<sup>۶</sup> پھر یہی طریقہ حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت تک چلتا رہا۔<sup>۷</sup>

دوسری حدیث: حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ قضاہ کا ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کے معبود برحق ہونے اور آپ کے اللہ تعالیٰ کے رسول ہونے کی گواہی دوں،

۵- صحیح بخاری: ۱۹۰۱، الصوم، صحیح مسلم: ۷۶۹، ملاحۃ السافریں، الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

۶- یعنی تراویح جماعت سے نہیں پڑھی جاتی تھی۔

۷- حوالہ سابقہ، علامہ البانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی تخریج ارداء الغلیل: ۱۳/۳، نمبر ۹۰۶ اور صحیح سنن ابو داؤد: ۱۲۴۱

میں بھی موجود ہے۔

پانچوں وقت کی نماز پڑھوں، ماہ رمضان کا روزہ رکھوں اور قیام کروں اور زکاۃ ادا کروں تو (میرے ہارے میں) آپ کا کیا خیال ہے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”مَنْ مَاتَ عَلَى هَذَا كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ وَالشَّهَدَاءِ“<sup>۸</sup>

”جس کا بھی انتقال اس حالت پر ہوا، اس کا شمار صدیقوں اور شہیدوں میں ہوگا۔“

## شب قدر اور اس کی تعیین :

(۲) رمضان المبارک کی سب سے افضل رات شب قدر ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے:

”مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا (ثم وقفت له) غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ“<sup>۹</sup>

”جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے شب قدر کا قیام کیا اور شب قدر اسے

مل بھی جائے تو اس کے تمام سابقہ گناہ معاف ہو گئے۔“

(۳) رائج قول کے مطابق شب قدر رمضان کی ستائیسویں شب ہے اور اکثر حدیثیں اسی

پر دلالت کرتی ہیں، مثلاً حضرت زر بن حبیش رحمہ اللہ سے مروی حدیث میں ہے، وہ بیان کرتے

ہیں کہ جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو یہ بتلایا گیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے

ہیں کہ جو شخص پورا سال قیام کرے گا وہ لیلۃ القدر پالے گا، زر بن حبیش رحمہ اللہ کہتے ہیں، میں

نے سنا کہ اس کے جواب میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عبداللہ بن مسعود پر اللہ کی

رحمت ہو، ان کا مقصد یہ ہے کہ لوگ (صرف رمضان ہی میں قیام پر) بھروسہ نہ کر بیٹھیں، اس

ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، شب قدر رمضان میں ہے، حضرت ابی بن کعب

بغیر کسی تردد و استثناء کے قسم کھاتے اور فرماتے: اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ وہ کون سی شب ہے؟ یہ

<sup>۸</sup> صحیح ابن خزیمہ: ۳۱۲، ج ۳، ص ۳۴، صحیح ابن حبان: ۱۹، (صحیح الموار: ج ۱، ص ۱۰۴) نیز دیکھئے صحیح الترغیب: ۹۹۳، ج ۱، ص ۴۱۹۔

<sup>۹</sup> صحیح بخاری: ۲۰۰۸، صلاۃ المسافرين بروایت ابو ہریرہ، یہی حدیث مسند احمد: ۳۱۸/۵ میں حضرت عبادہ بن

الصامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، الفاظ مسلم شریف اور مسند احمد کے ہیں۔

وہی رات ہے جس کے قیام کا ہمیں اللہ کے رسول ﷺ حکم دیتے تھے، یہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے، اس کی علامت یہ ہے کہ اس دن صبح کو سورج اس حال میں طلوع ہوتا ہے کہ بالکل صاف ہوتا ہے، اس کی تیز شعائیں نہیں ہوتیں (یہ بیان کرنے کے بعد) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے یونہی بتایا ہے۔<sup>۱۰</sup>

## قیام رمضان (تراویح) کے لئے جماعت مشروع ہے:

(۴) قیام رمضان کے لئے جماعت جائز ہے بلکہ اکیلے نماز پڑھنے کے مقابلے میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جماعت سے نماز تراویح پڑھائی اور اس کی فضیلت بھی بیان کی ہے، جیسا کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ رمضان کا روزہ رکھا، پورے مہینہ آپ نے ہمیں قیام نہیں کرایا، البتہ جب سات راتیں باقی رہ گئیں تو آپ نے ہمیں ایک تہائی رات تک قیام کرایا، جب چھ راتیں باقی رہ گئیں تو اس رات ہمیں قیام نہیں کرایا، پھر جب پانچ راتیں باقی رہ گئیں تو آپ نے ہمیں آدھی رات تک قیام کرایا، ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کاش آپ ہمیں رات کا باقی حصہ بھی قیام کراتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

”إن الرجل إذا صلى مع الإمام حتى ينصرف حسب له قيام ليل“.

”جو آدمی امام کے ساتھ فارغ ہونے تک نماز (تراویح) پڑھتا رہے تو اس کے لئے پوری

رات قیام کرنے کا اجر لکھا جاتا ہے۔“

۱۰- صحیح مسلم: ۷۶۳، المسافرین، سنن ابوداؤد: ۱۳۷۸، الصلاة، دیکھئے صحیح ابوداؤد: ۱۲۷۳۔

واضح رہے کہ علامہ مرحوم کے لکھنے کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ ستائیسویں تاریخ کا شبہ قدر ہونا یقینی اور دیگر طاق راتوں میں شب بیداری مناسب نہیں ہے بلکہ نبی کریم ﷺ کے قول و عمل دونوں سے پورے عشرہ خاص کر طاق راتوں میں عبادت کرنا ثابت ہے۔ واللہ اعلم۔



پھر جب چار راتیں باقی رہ گئیں تو آپ ﷺ نے ہمیں قیام نہیں کروایا، اور جب تین راتیں باقی رہ گئی تو آپ نے اپنے اہل و عیال، عورتوں اور لوگوں کو جمع کیا اور ہمیں قیام کرایا، یہاں تک کہ سحری کے فوت ہو جانے کا خطرہ لاحق ہو گیا، پھر مہینہ کا باقی حصہ ہمیں قیام نہیں کروایا۔"

**اللہ کے رسول ﷺ کا برابر جماعت سے نماز تراویح نہ پڑھنے کا سبب :**

اللہ کے رسول ﷺ نے ماہِ رمضان کے باقی حصے میں تراویح نہیں پڑھائی کہ کہیں رمضان میں تراویح مسلمانوں پر فرض نہ کر دی جائے (اور اگر ایسا ہوتا تو) لوگ اس کی استطاعت نہ رکھتے۔ بخاری و مسلم کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی جو حدیث گزر چکی ہے اس میں اس بات کا ذکر موجود ہے۔<sup>۱۱</sup>

۱۱- یہ ستائیسویں شب تھی اور رائج قول کے مطابق یہی شب قدر ہے، جیسا کہ اس کا ذکر آچکا ہے، اسی لئے آپ ﷺ نے اس رات اپنے اہل و عیال کو بھی جمع کیا، نیز اس حدیث سے تراویح کے لئے عورتوں کا بھی جماعت میں شریک ہونے کا احتیاب ثابت ہوتا ہے۔

۱۲- یہ حدیث صحیح ہے جسے اہل سنن وغیرہ نے روایت کیا ہے (سنن ابوداؤد: ۱۳۳۵، ابواب شہر رمضان، سنن الترمذی: ۸۰۶، الصوم، سنن النسائی: ۱۳۶۵، الافتتاح) دیکھئے صلاة التراویح: ص ۱۶، ۱۷، صحیح ابوداؤد: ۲۳۵، ارداء الغلیل: ۴۷۔

۱۳- دیکھئے رسالہ صلاة التراویح: ۱۲ تا ۱۳ (مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ مرحوم کی ذکر کردہ حدیث انہیں کی کتاب صلاة التراویح سے نقل کر دی جائے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رمضان کی راتوں میں لوگ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں مختلف گروہوں میں بٹ کر نماز پڑھتے تھے۔ ہوتا یہ کہ ایک شخص کو جسے قرآن یاد ہوتا اس کے ساتھ پانچ، چھ یا اس سے کچھ کم زیادہ افراد نماز پڑھتے، ایک رات اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ اپنے حجرہ کے دروازے پر ایک چٹائی بچھا دوں (یا دروازے پر لٹکا دوں) چنانچہ آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ حجرے کے سامنے ایک چٹائی بچھا دوں، جب آپ عشاء کی نماز سے فارغ ہوئے تو چٹائی پر تشریف لائے، جو لوگ مسجد میں تھے وہ بھی آپ کے پاس جمع ہو گئے، آپ ﷺ نے انہیں رات کے ایک بڑے حصے تک نماز پڑھائی، پھر آپ واپس گھر میں داخل ہو گئے اور چٹائی وہیں پڑی رہی، جب اگلی صبح ہوئی تو لوگ رات کے وقت اللہ کے رسول ﷺ کا مسجد میں لوگوں کو نماز پڑھانے کا تذکرہ کرنے لگے۔ چنانچہ آنے والی رات کو اس کثرت سے لوگ جمع ہوئے کہ ان کی بھیڑ سے مسجد گونج اٹھی، اس دوسری رات کو بھی آپ (اسی چٹائی پر)

اس لئے کہ جب اللہ کے رسول ﷺ کی وفات کے بعد یہ خوف جاتا رہا کیونکہ اب شریعت مکمل ہو چکی تھی تو اس طرح وہ علت بھی زائل ہو گئی، یعنی تراویح میں جماعت کے ترک کا سبب، اور پہلا حکم یعنی جماعت کا جواز باقی رہا، اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سنت کو زندہ کیا۔ صحیح بخاری وغیرہ میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔<sup>۱۳</sup>

→ تشریف لائے اور لوگوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی، اگلی صبح ہوئی تو پھر لوگ اس کا تذکرہ کرنے لگے، اب اس تیسری رات اس قدر لوگ جمع ہو گئے کہ مسجد بھر گئی، آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور لوگوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی، پھر جب چوتھی رات تھی تو مسجد لوگوں کے لئے تنگ پڑ گئی، چنانچہ آپ ﷺ لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا کر اندر چلے آئے اور لوگ اپنی جگہ بیٹھے رہے، آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا: اے عائشہ! لوگوں کا کیا معاملہ ہے؟ میں نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! جو لوگ کل مسجد میں تھے ان سے اور لوگوں نے آپ کی نماز پڑھانے کے بارے میں سنا، اس لئے جمع ہیں کہ آپ (آج بھی) انہیں نماز پڑھائیں، آپ نے فرمایا: عائشہ! میری چٹائی لپیٹ دو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی، آپ ﷺ نے وہ رات غفلت میں (یعنی سوکر) نہیں گزاری، البتہ لوگ اپنی جگہ جے رہے، بعض لوگوں نے نماز، نماز کہنا شروع کر دیا، (لیکن آپ ﷺ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا) حتیٰ کہ نماز فجر کے لئے باہر آئے، جب فجر کی نماز پڑھا چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، کلمہ شہادت (یا اظہر من الشمس) کے بعد فرمایا: اما بعد! اے لوگو! اللہ کی قسم محمد اللہ میں غفلت میں رات نہیں گزاری اور تمہارے یہاں جمع ہونے کا بھی مجھے علم تھا، لیکن مجھے اس کا خوف ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے اور پھر تم اس کی ادائیگی سے عاجز ہو جاؤ، اس لئے اے لوگو! اتنے ہی عمل کا بوجھ اٹھاؤ جتنا مسلسل اٹھا سکو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اکتانہ نہیں جب تک کہ لوگ خود ہی اکتا جاتے ہیں۔

ایک روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ نے بیان کیا: اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی وفات تک لوگوں کا یہی معمول رہا ہے (یعنی الگ الگ نماز تراویح پڑھتے رہے) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت تک اسی پر عمل رہا ہے۔

اس حدیث کی تخریج علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن الترمذی، الصیام للفریابی، ابن نصر اور مسند احمد کے حوالے سے کی ہے اور بتلایا ہے کہ یہ سیاق ابن نصر اور مسند احمد کا ہے۔ دیکھئے مختصر قیام اللیل: ص ۲۱۵، مسند احمد: ج ۶ ص ۲۶۷، ۲۶۸۔

۱۳- علامہ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس اثر کی تخریج اور اس پر علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ وغیرہ کے کلام کے لئے دیکھئے مذکورہ رسالہ: ص ۵۰، ۴۹۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی تخریج آگے آرہی ہے، فیضی۔

## عورتوں کے لئے بھی جماعت مشروع ہے:

عورتوں کے لئے بھی مشروع ہے کہ وہ تراویح کی جماعت میں شریک ہوں۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ماسبق حدیث میں اس کا ذکر آیا ہے، بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ مردوں کے امام کے علاوہ عورتوں کے لئے ایک الگ امام متعین کر دیا جائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ جب انہوں نے لوگوں کو تراویح پر جمع کیا تو مردوں کی امامت کے لئے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا اور عورتوں کی امامت کے لئے سلیمان بن ابی حمزہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔<sup>۱۵</sup> نیز حضرت عرفی ثقفی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو تراویح کی نماز پڑھنے کا حکم دیتے، مردوں کے لئے خاص امام ہوتا اور عورتوں کے لئے خاص امام متعین فرماتے، عورتوں کی امامت میں خود کرتا تھا۔<sup>۱۶</sup>

میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک یہ حکم اس جگہ ہے جب مسجد اس قدر کشادہ ہو کہ ایک جماعت دوسری جماعت کے لئے باعث تشویش نہ ہو۔<sup>۱۷</sup>

## تراویح کے رکعتوں کی تعداد:

(۷) تراویح کی رکعتیں گیارہ ہیں، ہمارے نزدیک پسندیدہ قول یہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں اس سے زیادہ نہ پڑھا جائے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے رخصت ہونے تک اس

۱۵- مصنف عبدالرزاق: ج ۴ ص ۲۵۸، نمبر ۸۷۲۲، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۲ ص ۴۹۴، قیام رمضان ابن نصر: ص ۹۲۔

۱۶- السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۲ ص ۴۹۴، قیام رمضان لابن نصر المروزی: ص ۹۲۔

۱۷- یعنی عورتوں کے لئے الگ جماعت کا قیام اس صورت میں کیا جائے گا جب مسجد اتنی بڑی ہو کہ ایک جماعت دوسری جماعت کیلئے تشویش کا سبب نہ ہو، اور اگر مسجد اتنی کشادہ نہ ہو تو عورتیں یا تو مردوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہو جائیں بشرطیکہ عورتوں کیلئے مسجد میں باپردہ جماعت کا انتظام ہو یا پھر وہ اپنے گھر میں ہی نماز تراویح پڑھ لیا کریں۔ (اضافاً مترجم مقصود الحسن)

سے زیادہ نہیں پڑھا، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ماہ رمضان میں آپ ﷺ کی نماز (تراویح) سے متعلق پوچھا گیا تو جواب میں فرمایا: رمضان ہو یا غیر رمضان نبی ﷺ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، آپ چار رکعت جس کی خوبصورتی اور طوالت کے بارے میں کچھ نہ پوچھو، پھر چار رکعت پڑھتے، اس کے بھی طول و حسن سے متعلق کچھ نہ پوچھو، پھر تین رکعت (تر) پڑھتے۔<sup>۱۸</sup>

(۸) اور نمازی کو اختیار حاصل ہے کہ ان میں سے کچھ رکعتیں کم کر دے حتیٰ کہ اگر صرف ایک رکعت (تر) پر اکتفا کرے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اس پر آپ ﷺ کے عمل اور فرمان سے دلیل موجود ہے۔  
عمل سے دلیل: جہاں تک آپ ﷺ کے عمل سے دلیل کا تعلق ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ اللہ کے رسول ﷺ کتنی رکعتیں وتر پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: آپ ﷺ چار پھر تین رکعت وتر پڑھتے، چھ پھر تین رکعت پڑھتے اور دس پھر تین رکعت وتر پڑھتے، نہ تو سات رکعت سے کم وتر پڑھتے اور نہ ہی تیرہ رکعت سے زیادہ۔<sup>۱۹</sup>  
قول سے دلیل: آپ ﷺ کا فرمان یوں ہے:

”الوتر حق فمن شاء فليوتر بخمس ومن شاء فليوتر بثلاث ومن شاء فليوتر بواحد“<sup>۲۰</sup>

”وتر کی نماز حق اور ثابت ہے جو کوئی چاہے پانچ رکعت وتر پڑھے اور جو چاہے تین رکعت وتر پڑھے اور جو چاہے تو ایک رکعت وتر پڑھے۔“

۱۸- صحیح بخاری: ۱۱۲۷، التجدید، صحیح مسلم: ۷۳۸، صلاة المسافرين۔

۱۹- سنن ابوداؤد: ۱۳۶۲، ابواب قیام اللیل۔ مسند احمد: ج ۶ ص ۱۳۹ وغیرہ، دیکھئے صلاة التراويح: ص ۸۴ صحیح سنن ابوداؤد: ۱۳۳۳۔ واضح رہے کہ اس تیرہ رکعت میں عشاء کی دو رکعت سنت بھی شامل ہے، یا وہ دو ہلکی رکعتیں ہیں جن سے آپ ﷺ اپنی نماز تہجد کی ابتدا فرماتے تھے، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے راجح قرار دیا ہے، دیکھئے صلاة التراويح: ۱۶-۱۷۔

۲۰- شرح معانی الآثار: ج ۱ ص ۱۷۲، مستدرک الحاکم: ج ۱ ص ۳۰۲، سنن الدارقطنی: ۱۶۴۱، البیہقی: ج ۳ ص ۲۷، ائمہ کی ایک جماعت نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ دیکھئے رسالہ صلاة التراويح: ص ۸۴ للمؤلف۔

## قیام (تراویح) میں تلاوت قرآن مجید:

(۹) رمضان یا غیر رمضان کی راتوں کے قیام میں تلاوت قرآن مجید کے لئے اللہ کے رسول ﷺ نے کم یا زیادہ کی کوئی ایسی حد مقرر نہیں فرمائی ہے کہ اس میں کمی بیشی نہ کی جاسکے، بلکہ خود آپ ﷺ کی قراءت مختلف ہوا کرتی تھی، کبھی مختصر اور کبھی لمبی، چنانچہ کبھی تو آپ ﷺ ہر رکعت میں سورۃ المزمل کے بقدر یعنی ۲۰ آیتیں پڑھا کرتے تھے، اور کبھی پچاس آیتیں پڑھتے تھے، نیز فرمایا کرتے:

”ومن صلى في ليلة بمائة آية لم يكتب من الغافلين“<sup>۲۱</sup>  
 ”جو شخص رات کی نماز میں سو آیت کے بقدر پڑھے، وہ غافلوں میں شمار نہ ہوگا۔“  
 ایک دوسری حدیث میں ہے:

”بمأتی آية يكتب من القانتين المخلصين“<sup>۲۲</sup>  
 ”اور جو شخص دو سو آیتیں پڑھے گا وہ اطاعت شعار اور مخلص لوگوں میں شمار ہوگا۔“  
 ایک اور رات تو بیمار رہنے کے باوجود آپ ﷺ نے سات لمبی سورتیں پڑھیں، یعنی سورۃ بقرہ، آل عمران، النساء، المائدہ، الانعام، الاعراف اور سورۃ التوبہ۔<sup>۲۳</sup>  
 اسی طرح حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان کردہ وہ قصہ جس میں انہوں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک رکعت میں سورۃ بقرہ پڑھی پھر سورۃ نساء شروع کی اور ختم کی، پھر سورۃ آل عمران پوری پڑھی، نیز بڑے اطمینان اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں۔<sup>۲۴</sup>

۲۱- قیام اللیل لابن نصر ج ۶ ص ۶۶ صحیح ابن خزیمہ ۱۱۳۳- مستدرک الحاکم: ج ۱ ص ۳۰۸ بروایت ابو ہریرہ وابن عمر دیکھئے الصحیح: ۶۳۳۔

۲۲- سنن الدارمی: ج ۲ ص ۳۶۵، مستدرک الحاکم: ج ۱ ص ۳۰۸-۳۰۹ بروایت ابو الدرداء و ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما۔ دیکھئے: اصل صفة صلاة النبي ﷺ: ج ۲ ص ۵۲۵-۵۲۶۔

۲۳- ابو یعلیٰ: ۳۳۳۳، ج ۶ ص ۱۶۳، صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۳۶، ج ۲ ص ۱۷۷، بروایت انس رضی اللہ عنہ، علامہ مرحوم نے اس حدیث کی صحیح سے رجوع کر لیا ہے، دیکھئے الضعیفہ: ۳۹۹۵۔

۲۴- صحیح مسلم: ۷۷۲، صلاة السافرین، سنن الترمذی: ۱۶۶۵، قیام اللیل، سنن ابوداؤد: ۸۷۱، الصلاة۔



حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سند صحیح ثابت ہے کہ جب انہوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو رمضان میں گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (ایک رکعت میں) وہ سورتیں پڑھتے تھے جن میں سویا اس سے زیادہ آیتیں ہوتیں، یہاں تک کہ لوگ ان کے پیچھے لمبے قیام کی وجہ سے اپنی لائٹیوں کا سہارا لیتے اور فجر کے قریب ہی نماز سے فارغ ہوتے۔<sup>۲۵</sup>

نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سند صحیح یہ ثابت ہے کہ انہوں نے رمضان میں ائمہ، قاریوں اور حافظوں کو جمع کیا اور تیز رفتار قراءت کرنے والے کو حکم دیا کہ وہ ایک رکعت میں تیس آیتیں پڑھے، درمیانی رفتار سے پڑھنے والے کو حکم دیا کہ وہ پچیس آیتیں پڑھے اور آہستہ پڑھنے والے کو حکم دیا کہ وہ ایک رکعت میں بیس آیتیں پڑھے۔<sup>۲۶</sup>

اس سے پتہ چلا کہ اگر کوئی شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو جتنی لمبی قراءت کرنا چاہے کرے، اسی طرح اگر اس کے ساتھ ایسے لوگ ہوں جو اس کی موافقت کر سکیں تو بھی لمبی قراءت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور قراءت جتنی ہی لمبی کی جائے اتنا ہی افضل ہے، ایسا بھی نہ ہو کہ طول دینے میں اتنا مبالغہ کرے کہ پوری رات ہی نماز میں گزرادے، ہاں! کبھی کبھار کی شکل میں جائز ہے، ایسا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہونا چاہئے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

”خیر الہدی ہدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔“<sup>۲۷</sup>

”سب سے بہترین طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔“

اور اگر لوگوں کی امامت کر رہا ہو تو اسے نماز کو اتنا ہی طول دینا چاہئے جتنا اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں پر گراں نہ گزرے، کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

۲۵- الموطأ: ۲۳۸، ج ۱ ص ۱۲۷، دیکھئے صلاة التراويح، ص ۲۵۔

۲۶- مصنف عبدالرزاق: ج ۳ ص ۲۶۱، ۲۶۲، سنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۲ ص ۴۹۷، دیکھئے: صلاة التراويح: ۶۱، حاشیہ نمبر ۳۔

۲۷- صحیح مسلم: ۸۶۷، المجموعہ- سنن الترمذی: ۱۵۷۹، العیدین وغیرہ میں مذکور حدیث کا ایک ٹکڑا ہے، دیکھئے:

احکام الجنائز: ص ۱۸۔

”إِذَا مَا قَامَ أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفِ الصَّلَاةَ فَإِنَّ فِيهِمُ الْكَبِيرَ وَفِيهِمُ الضَّعِيفَ وَإِذَا قَامَ وَخَذَهُ فَلْيُطِلْ صَلَاتَهُ مَا شَاءَ“<sup>۲۸</sup>

”جب کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی نماز پڑھائے کیونکہ ان میں چھوٹے بھی ہوتے ہیں اور بڑے بھی، کمزور و مریض بھی ہوتے ہیں اور حاجت مند بھی، اور جب اکیلا نماز پڑھنے کھڑا ہو تو جتنی لمبی نماز پڑھنا چاہے پڑھ لے“<sup>۲۹</sup>

## قیام (تراویح) کا وقت:

(۱۰) رات کی نماز (تہجد) کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر طلوع فجر تک ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

”إِنَّ اللَّهَ زَادَكُمْ صَلَاةَ هِيَ الْوَتْرُ فَصَلُّوْهَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى صَلَاةِ الْفَجْرِ“<sup>۳۰</sup>

”اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو ایک نماز مزید عطا کی ہے یعنی نماز وتر، تم اسے نماز عشاء اور نماز فجر

<sup>۲۸</sup> - صحیح بخاری: ۷۰۳، الاذان - صحیح مسلم: ۳۶۷، الصلاة، الفاظ صحیح مسلم کے ہیں، دیکھئے الارواء: ۵۱۲، صحیح ابوداؤد: ۷۵۹۔

<sup>۲۹</sup> - مترجم کہتا ہے کہ اختصار کا یہ مطلب نہیں کہ ہر رکعت میں صرف دو تین آیتوں پر اکتفا کیا جائے اور نہ یہ جائز ہوگا کہ قراءت اتنی تیز رفتاری سے کی جائے کہ سننے والے قرآن کے حروف و کلمات کو سمجھ نہ سکیں، کیا ہی خوب فرمایا امام ربانی حضرت اسحاق بن راہویہ نے جب لوگوں نے ان سے پوچھا کہ تراویح کی ایک رکعت میں کتنی آیتیں پڑھی جائیں، آپ نے فرمایا: ایک رکعت میں تیس آیتیں پڑھا کرو، کہا گیا لوگوں پر بھاری پڑتا ہے تو فرمایا: بیس آیتیں پڑھاؤ، پھر کہا گیا کہ لوگ اس کی بھی طاقت نہیں رکھتے تو کہا سورہ بقرہ کی دس آیتیں پڑھاؤ اور اگر چھوٹی آیتوں والی سورت ہو تو سورہ بقرہ کی دس آیتوں کے برابر پڑھا کرو، لوگوں نے کہا کہ لوگ کمزور ہیں ان میں اتنی دیر قیام کی طاقت نہیں ہے؟ فرمایا: اگر لوگ دس آیتیں بھی برداشت نہ کر سکیں تو انہیں تراویح پڑھاؤ ہی نہیں۔ دیکھئے: لطائف المعارف: ۳۱۶۔

<sup>۳۰</sup> - مسند احمد: ج ۶ ص ۷، الطبرانی الکبیر: ۲۱۶۸، ج ۲ ص ۲۷۹، بروایت ابو ہریرہؓ، دیکھئے المعجم: ۱۰۸ اور ارداء الغلیل: ج ۲ ص ۱۵۸۔

کے درمیان پڑھا کرو۔<sup>۳۱</sup>

(۱۱) جس کے لئے آسانی ہو قیام اللیل رات کے آخر میں پڑھنا زیادہ بہتر ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے:

”مَنْ خَافَ أَنْ لَا يَقُومَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوتِزْ أَوَّلَهُ وَمَنْ طَمِعَ أَنْ يَقُومَ آخِرَهُ فَلْيُوتِزْ آخِرَ اللَّيْلِ فَإِنَّ صَلَاةَ آخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُودَةٌ وَذَلِكَ أَفْضَلُ“<sup>۳۲</sup>

”جسے یہ خوف ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں بیدار نہ ہو سکے گا وہ رات کے ابتدائی حصے میں وتر پڑھ لے اور جو آخر شب میں بیدار ہونے کی خواہش رکھتا ہو وہ آخری حصے ہی میں وتر پڑھے، کیونکہ اس وقت فرشتے حاضر رہتے ہیں اور یہی افضل وقت ہے۔“

(۱۲) اور اگر صورت حال ایسی درپیش ہو کہ جماعت کے ساتھ نماز تراویح ابتدائی شب پڑھیں یا شب کے آخری حصے میں اکیلے پڑھیں تو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے، کیونکہ اس صورت میں اسے پوری رات نماز پڑھنے کا اجر ملے گا، جیسا کہ نمبر: ۴ میں اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث گزر چکی ہے، اور اسی پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل رہا ہے، چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عبد القاری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک شب مسجد کی طرف نکلا، دیکھا کہ وہاں لوگ الگ الگ گروپ میں بٹ کر نماز تراویح پڑھ رہے ہیں، کوئی اکیلے نماز پڑھ رہا ہے اور کسی کے ساتھ ایک چھوٹی سی جماعت ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر فرمایا: اگر میں ان سب لوگوں کو ایک ہی امام کے پیچھے جمع کر دوں تو بہتر ہوگا، پھر اس کا پختہ ارادہ کر لیا، چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی امامت میں سب کو اکٹھا کر دیا۔

۳۱- رات کی پوری نماز کو وتر کہتے ہیں کیونکہ اس کی تعداد طاق عدد ہے۔

۳۲- صحیح مسلم: ۷۵۵، المسافرین، مسند احمد: ج ۳ ص ۳۳۸، دیکھئے الصحیح: ۲۶۱۰، بروایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔

پھر ایک دوسری رات کو باہر نکلے اور دیکھا کہ لوگ اپنے امام کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہیں تو فرمایا: یہ کتنی اچھی بدعت ہے، ۳۳ اور یہ لوگ جس وقت سوتے رہتے ہیں وہ اس وقت سے افضل ہے جس وقت قیام کر رہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اشارہ رات کے آخری حصہ کی طرف تھا کیونکہ لوگ اول شب میں نماز تراویح ادا کرتے تھے۔ ۳۴

نیز زید بن وہب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں رمضان میں تراویح پڑھایا کرتے اور رات ہی میں فارغ ہو جاتے (یعنی پوری رات تراویح پڑھانے میں نہ گزار دیتے)۔ ۳۵

۳۳- مترجم کہتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بہت سے لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں: ۱- بدعت حسنہ۔ ۲- بدعت سیئہ، اور پھر اسی کو بنیاد بنا کر دین میں بہت سی بدعتیں ایجاد کر لی ہیں، چنانچہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ”صلاة التراويح“ میں اس موضوع کو تفصیل سے چھیڑا ہے، بہتر ہے کہ یہاں علامہ مرحوم کے قول کا خلاصہ نقل کر دیا جائے۔ چنانچہ علامہ مرحوم کہتے ہیں کہ (بعض لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے غلط استدلال کیا ہے کہ بعض بدعتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو حسنہ کہلاتی ہیں اور اسی بنیاد پر فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کل بدعة ضلالة (ہر بدعت گمراہی ہے) کو مخصوص کیا ہے۔ حالانکہ یہ استدلال سرے سے باطل ہے کیونکہ حدیث اپنے عموم پر باقی ہے، البتہ جہاں تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول ”نعمۃ البدعة“ کا تعلق ہے تو اس سے مراد شرعی بدعت نہیں بلکہ لغوی بدعت ہے یعنی ایسا کام جو پہلے سے لوگوں کے درمیان رائج نہ رہا ہو، مثلاً ایک امام کے پیچھے جماعت سے نماز تراویح عہد صدیقی اور عہد فاروقی کے ابتداء میں پڑھنے کا رواج نہ تھا، اس لئے اسے بدعت سے تعبیر کیا، فرمایا: لیکن اگر اسے اس ناچے سے دیکھا جائے کہ یہ عمل فعل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عین موافق تھا تو اسے سنت کہنا چاہئے، اس پر بدعت کا اطلاق ہی نہ ہوگا، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ”حسنہ“ سے تعبیر کیا ہے (کیونکہ وہ جانتے تھے کہ بدعت ساری کی ساری ضلالت و گمراہی ہے) پھر علامہ مرحوم نے اپنی تائید میں امام عبد الوہاب السبکی، حافظ ابن عبد البر اور علامہ فقیہ ابن حجر رحمہم اللہ کے اقوال نقل کئے ہیں، دیکھئے: رسالہ صلاة التراويح: ص ۴۳-۴۵۔

۳۴- صحیح بخاری: ۲۰۱۰، التراويح وغیرہ دیکھئے: رسالہ صلاة التراويح: ۴۲۔

۳۵- مصنف عبد الرزاق: ۲۲۴۱، اس اثر کی سند صحیح ہے، نیز امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ کیا تراویح کو رات کے آخری حصہ میں اکیلے ادا کرے؟ امام موصوف نے انہیں ذکر شدہ دونوں اثر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: مسلمانوں کا طریقہ (یعنی جماعت سے پڑھنا) ہمیں زیادہ پسند ہے۔ مسائل احمد لابن داؤد: ۶۲۔

## رات کی نماز کا طریقہ:

اس مسئلے کو میں نے اپنی کتاب ”صلاة التراويح“، ص 79: 98 میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے، یہاں ناظرین کی آسانی اور یاد دہانی کے لئے اس کا خلاصہ پیش کر رہا ہوں:

### پہلا طریقہ:

تیرہ رکعتیں پڑھی جائیں، جن کی ابتداء دو ہلکی رکعتوں سے کی جائے۔ رائج قول کے مطابق یہ دونوں رکعتیں یا تو نماز عشاء کے بعد والی سنتیں ہیں یا پھر خاص وہ دور رکعتیں ہیں جن سے تہجد کے نماز کی ابتداء کی جاتی ہے، جیسا کہ یہ موضوع گزر چکا ہے، اس کے بعد دور رکعتیں خوب لمبی پڑھی جائیں، پھر دو لمبی رکعتیں پڑھی جائیں جو پہلی دونوں رکعتوں کے مقابلے میں ہلکی ہوں، پھر دو دور رکعتیں پڑھی جائیں جو اپنے سے پہلے کی دونوں رکعتوں سے ہلکی ہوں، اس کے بعد پھر دو لمبی رکعتیں پڑھی جائیں جو اپنے سے پہلے کی دونوں رکعتوں سے ہلکی ہوں، پھر اس کے بعد بھی دور رکعتیں پڑھی جائیں جو اپنے سے پہلے والی دونوں رکعتوں سے ہلکی ہوں، اور پھر آخر میں ایک رکعت وتر پڑھا جائے۔

### دوسرا طریقہ:

نمازی تیرہ رکعتیں اس طرح پڑھے کہ آٹھ رکعتوں تک ہر دو رکعت پر سلام پھیرے، پھر پانچ رکعت نماز وتر ایک تشهد اور ایک ہی سلام سے پڑھے (نہ درمیان میں بیٹھے اور نہ سلام پھیرے، بس آخری رکعت پر سلام پھیرے)

### تیسرا طریقہ:

گیارہ رکعتیں اس طرح پڑھی جائیں کہ ہر دو رکعت پر سلام پھیرا جائے اور آخر میں ایک رکعت وتر پڑھی جائے۔



## چوتھا طریقہ:

گیارہ رکعتیں اس طرح پڑھی جائیں کہ نمازی ہر چار رکعت ایک سلام سے پڑھے اور پھر تین رکعت وتر پڑھے۔

البتہ یہ سوال محل نظر ہے کہ کیا چار رکعتوں اور تین رکعتوں میں سے ہر دور رکعت پر تشہد کرے گا یا نہیں، اس کا کوئی تسلی بخش جواب مجھے نہیں مل سکا، لیکن واضح رہے کہ تین رکعت (وتر) میں دوسری رکعت پر بیٹھنا ثابت نہیں ہے۔

## پانچواں طریقہ:

گیارہ رکعتیں اس طرح پڑھے کہ آٹھ رکعتوں میں کسی رکعت پر نہ بیٹھے، آخر میں آٹھویں رکعت پر جلسہ کرے اور تشہد و درود سے فارغ ہو کر سلام پھیرے بغیر کھڑا ہو جائے، پھر ایک رکعت وتر پڑھ کر سلام پھیر دے، یہ کل نو رکعتیں ہوں گی، اس کے بعد دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھے۔

## چھٹا طریقہ:

نو رکعتیں اس طرح پڑھی جائیں کہ چھ رکعتوں میں صرف چھٹی رکعت پر تشہد کیا جائے، تشہد و درود کے بعد (بغیر سلام پھیرے کھڑا ہو جائے، پھر ایک رکعت وتر پڑھ کر سلام پھیر دیا جائے، یہ کل سات رکعتیں ہوں گی، پھر آخر میں دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھی جائیں) جیسا کہ اس سے ماقبل طریقہ میں گزرا ہے۔ (نماز تہجد و تراویح کی) یہ وہ کیفیتیں ہیں جو نبی کریم ﷺ سے بصراحت ثابت ہیں، نیز ان میں بعض دیگر کیفیتوں کا بھی اضافہ کیا جاسکتا ہے، اس طرح کہ ہر کیفیت سے جتنی رکعتیں کم کرنا چاہے کم کر دے حتیٰ کہ اگر صرف ایک ہی رکعت پڑھنا چاہے تو اس پر بھی اکتفا کر سکتا ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان گزر چکا ہے کہ ”جو چاہے پانچ رکعت وتر پڑھے اور جو چاہے تین رکعت وتر پڑھے اور جو چاہے ایک رکعت وتر پڑھے“۔ ۳۶

یہ پانچ رکعتیں اور تین رکعتیں خواہ ایک تشهد اور ایک سلام سے پڑھے جیسا کہ دوسری کیفیت میں اس کا ذکر گزر چکا ہے، اور اگر چاہے تو ہر دو رکعت پر تشهد کے بعد سلام پھیر دے، جیسا کہ تیسری کیفیت کے ذکر میں گزر چکا ہے، اور یہی افضل ہے۔<sup>۳۷</sup>

البتہ پانچ رکعتیں یا تین رکعتیں اس طرح پڑھنا کہ دوسری رکعت پر بیٹھ کر تشهد پڑھے اور بغیر سلام پھیرے کھڑا ہو جائے، تو یہ طریقہ میرے نزدیک نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے، اصول تو یہی ہے کہ ایسا کرنا بھی جائز ہو لیکن چونکہ نبی کریم ﷺ نے تین رکعت وتر پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور اس کی علت یہ بیان فرمائی ہے کہ اسے مغرب کے مشابہ نہ بناؤ۔<sup>۳۸</sup> اس لئے ضروری ہے کہ جو شخص تین رکعت وتر پڑھنا چاہے وہ اس مشابہت سے بچے، اور یہ دو صورتوں میں ہو سکتا ہے۔

(۱) شفع (دو رکعت) اور وتر (ایک رکعت) کے درمیان سلام پھیر دے، دلیل کے اعتبار سے یہی زیادہ قوی اور بہتر ہے۔

(ب) شفع اور وتر کے درمیان نہ بیٹھے۔ ..... واللہ اعلم۔

## وتر کی تین رکعتوں میں قراءت:

(۱۴) سنت یہ ہے کہ وتر کی تین رکعتوں میں سے پہلی رکعت میں "سبح اسم ربك الا علی"

پڑھے دوسری رکعت میں "قل یا ایہا الکافرون" اور تیسری رکعت میں "قل هو اللہ

<sup>۳۷-۱</sup> ایک اہم فائدہ: امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ اپنی صحیح میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کی حدیثوں میں مذکور تعداد اور رکعتیں لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے مروی تعداد میں جس عدد اور جس کیفیت کے مطابق پڑھنا چاہے، پڑھ سکتا ہے، اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ: ج ۲ ص ۱۹۴)

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ یہ مفہوم میرے اختیار کردہ قول سے مکمل مطابقت رکھتا ہے کہ رکعات تراویح کی جتنی تعداد نبی کریم ﷺ سے مروی ہے اسی کا التزام کیا جائے اور اس سے تجاوز نہ کیا جائے۔ والحمد للہ علی توفیقہ، وأسأله اللہ المزیّد من فضله۔

اُحد پڑھے، اور کبھی کبھار اس کے ساتھ "قل أعوذ برب الفلق" اور "قل أعوذ برب الناس" کا اضافہ کر سکتا ہے۔<sup>۳۹</sup>

آپ ﷺ سے بسند صحیح یہ بھی ثابت ہے کہ ایک بار آپ ﷺ نے وتر کی ایک رکعت میں سورہ نساء کی سو (۱۰۰) آیتیں پڑھیں۔<sup>۴۰</sup>

### دعائے قنوت اور اس کا مقام :

(۱۵) اور قراءت سے فارغ ہونے کے بعد رکوع سے پہلے کبھی کبھار وہ دعائے قنوت پڑھ لیا کرے جو اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے نواسے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو سکھائی تھی، وہ دعا یہ ہے:

"اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ".<sup>۴۱</sup>

اور کبھی کبھار اللہ کے رسول ﷺ پر درود پڑھ لیا کریں، جیسا کہ فوراً بعد اس کی دلیل آرہی ہے۔<sup>۴۲</sup>

(۱۶) اور آدھے رمضان کے بعد رکوع کے بعد قنوت پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اور دعائے قنوت میں یہ اضافہ بھی کیا جاسکتا ہے کہ آخر میں کافروں پر لعنت بھیجی جائے اور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا جائے اور مسلمانوں کے لئے دعا کی جائے کیونکہ عہد عمر میں ائمہ مساجد سے ایسا کرنا ثابت ہے، چنانچہ ص ۲۸، ۲۹ پر حضرت عبد الرحمن بن عبد القاری کی جو حدیث

۳۹- سنن الترمذی: ۴۶۳، الصلاة، مستدرک الحاکم: ۳۵۱، بروایت عائشہ (یہ حوالہ مترجم کی طرف سے اضافہ ہے۔)

۴۰- سنن النسائی: ۱۷۲۹، قیام اللیل، مسند احمد: ۴۱۹۳، مسند الطیالسی: ۵۱۲، بروایت ابو موسیٰ الاشعری۔

۴۱- سنن ابوداؤد: ۱۴۲۵، الوتر۔ سنن النسائی: ۱۷۴۶، قیام اللیل وغیرہ۔ نیز دیکھئے صفة الصلاة: ص ۹۵، ۹۶۔

۴۲- دیکھئے حاشیہ فضل الصلاة علی النبی ﷺ ص ۸۷، تلخیص صفة صلاة النبی ﷺ ص ۴۵۔

گزر چکی ہے اس کے آخر میں یہ اضافہ موجود ہے کہ نصفِ رمضان کے بعد وہ لوگ کافروں پر ان الفاظ میں لعنت بھیجتے تھے:

”اللهم قاتل الكفرة الذين يصدون عن سبيلك ويكذبون رسلك و  
لا يؤمنون بوعدك وخالف بين كلمتهم وألق في قلوبهم الرعب وألق عليهم  
رجزك وعذابك إله الحق“<sup>۴۳</sup>

پھر اللہ کے رسول ﷺ پر درود بھیجتے اور عمومی مسلمانوں کے لئے ممکن حد تک دعا کرتے اور ان کے لئے استغفار کرتے۔

ایک اور جگہ ہے کہ جب کافروں پر لعنت، نبی کریم ﷺ پر درود اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعائے مغفرت سے فارغ ہوتے تو کہتے:

”اللهم إياك نعبد ولك نصلي ونسجد وإليك نسعى ونحفد ونرجو  
رحمتك ربنا ونخاف عذابك الجدا ان عذابك لمن عاديت ملحق“<sup>۴۴</sup>  
پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے میں چلے جاتے۔<sup>۴۵</sup>

## وتر کے آخر کی دعا:

(۱۷) سنت یہ ہے کہ وتر کے آخر میں سلام سے پہلے یا سلام کے بعد یہ دعا پڑھے:

۴۳- اے اللہ! ان کافروں کو ہلاک کر دے جو تیرے راستے سے روکتے ہیں، تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں، تیرے وعدے پر ایمان نہیں رکھتے، اے اللہ! ان کے درمیان تفرقہ ڈال دے، ان کے دلوں میں خوف پیدا کر دے، اے حقیقی معبود! ان پر اپنا عذاب اور غضب نازل فرما۔

۴۴- اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، تیرے ہی لئے نماز پڑھتے اور تجھے ہی سجدہ کرتے ہیں، تیری طرف ہی کوشاں اور روں دواں ہیں، اے ہمارے رب! تیری رحمتوں کے امیدوار ہیں، تیرے واقعی عذاب سے ڈرتے ہیں، تیرا عذاب تو تیرے دشمنوں کو پالینے والا ہے۔

۴۵- صحیح ابن خزمہ: ۲/۱۵۵، ۱۵۶، نمبر ۱۱۰۰۔

”اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا أَحْصِي ثَنَاءَ عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ“<sup>۳۶</sup>

(۱۸) اور جب وتر سے فارغ ہو کر سلام پھیرے تو تین بار کہے:

سبحان الملك القدوس اور تیسری بار میں آواز کو لمبا اور بلند کرے۔<sup>۳۷</sup>

## وتر کے بعد کی دو رکعتیں:

(۱۹) وتر پڑھنے والے کے لئے جائز ہے کہ نماز وتر کے بعد دو رکعت نماز پڑھے، کیونکہ ایسا نبی کریم ﷺ کے عمل سے ثابت ہے،<sup>۳۸</sup> بلکہ آپ ﷺ نے امت کو اس کا حکم بھی دیا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”إِنْ هَذَا السَّفَرُ جَهْدٌ وَثَقُلَ ، فَإِذَا أَوْتَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ فَإِنْ اسْتَيْقَظَ وَإِلَّا كَانَتْ لَهُ“<sup>۳۹</sup>

”یہ سفر مشکل کام ہے اور بھاری بھی ہے، تو جب تم وتر پڑھ چکو اس کے بعد دو رکعتیں پڑھ لیا کرو، پھر اگر رات کے آخری حصے میں بیدار ہو گئے تو ٹھیک ورنہ یہ دونوں رکعتیں تہجد کے قائم

۳۶- صحیح ابوداؤد: ۱۲۸۲، ارواء الغلیل: ۴۳۰، بروایت علی بن ابی طالب ؓ۔

دعا کا ترجمہ: اے اللہ! میں تیری ناراضگی سے بچتے ہوئے تیرے رضا کی پناہ چاہتا ہوں، تیری پکڑ سے بچتے ہوئے تیرے عفو و کرم کی پناہ چاہتا ہوں، میں تجھ سے (تیرے غیظ و غضب سے) تیری پناہ (تیرے رحمت کی پناہ) چاہتا ہوں، اے میرے رب! ہم تیری تعریف کا حق ادا نہیں کر سکتے تو ویسے ہی ہے جیسے تو نے اپنی تعریف خود بیان کی ہے۔

۳۷- صحیح ابوداؤد: ۱۲۸۳ (سنن ابوداؤد: ۱۳۳۰، الصلاة - سنن النسائی: ۱۷۰۰، قیام اللیل، بروایت ابی بن کعب ؓ)۔

۳۸- صحیح مسلم: ۷۴۶، ۷۳۸، المسافرین، بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ دیکھئے صلاة التراويح: ۱۰۸، ۱۰۹۔

۳۹- صحیح ابن خزمہ: ۱۱۰۶، ج ۲ ص ۱۵۹ - سنن الدارمی: ۳۷۴/۱، بروایت ثوبان - دیکھئے الصحیح: ۱۹۹۳۔



مقام ہو جائیں گی۔<sup>۵۰</sup>

(۲۰) سنت یہ ہے کہ ان دونوں رکعتوں میں ”إذا زلزلت الأرض“ اور ”قل یا ایہا

الکافرون“ پڑھی جائیں۔<sup>۵۱</sup>



۵۰- علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مدت تک ان دو رکعتوں کے بارے میں مجھے تردید تھا لیکن جب اس حدیث نبوی پر مطلع ہوا تو اسے فوراً اپنا لیا اور مجھے یہ معلوم ہو گیا کہ آپ کا فرمان: ”اپنی رات کی آخری نماز وتر کو بناؤ“ ایک استحبابی حکم ہے وجوبی نہیں، یہی قول حافظ ابن نصر رحمہ اللہ: ص ۱۲۰ کا بھی ہے..... مترجم کہتا ہے کہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ کا بھی یہی قول ہے جیسا کہ وہ اپنی صحیح میں متعدد باب قائم کئے ہیں، جیسے ”باب وتر کے بعد نماز پڑھنے کی رخصت“: ج ۳ ص ۱۵۷۔ ”باب، وتر کے بعد پڑھی جانے والی رکعتوں میں قراءت کا بیان“: ج ۲ ص ۱۵۸۔ ”باب اس بات کی دلیل ہے کہ جو شخص بھی وتر کے بعد نماز پڑھنا چاہے اس کے لئے جائز ہے..... الخ“: ج ۲ ص ۱۵۹۔

۵۱- صحیح ابن خزیمہ: ۱۱۰۳-۱۱۰۵، ج ۲ ص ۱۵۸-۱۵۹، امام خزیمہ نے اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے دو سندوں سے روایت کیا ہے جو ایک دوسرے کو تقویت دے رہی ہیں۔ دیکھئے:

صفة صلاة النبي ﷺ: ص ۱۲۳۔

# اعتکاف

## اعتکاف کا ثبوت:

(۱) رمضان ہو یا غیر رمضان سال کے پورے دنوں میں اعتکاف کرنا سنت سے ثابت ہے، اس کے ثبوت کی اصلی دلیل فرمان الہی ہے:

﴿وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ (البقرة: ۱۸۷) ”تم مسجد میں اعتکاف میں ہو۔“  
نیز آپ ﷺ کے اعتکاف کرنے کے بارے میں صحیح حدیثیں کثرت سے وارد ہیں اور سلف کے آثار تو اس بارے میں بطریق تواتر مروی ہیں جو کہ مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق میں مذکور ہیں۔ ۵۲

اور یہ بھی ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک بار شوال کے دس دن کا اعتکاف کیا۔ ۵۳  
اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا: میں نے جاہلیت میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کی نذر مانی تھی (جسے ابھی تک پوری نہیں کر سکا) آپ ﷺ نے فرمایا:  
”أَوْفِ بِنَذْرِكَ“ اپنی نذر پوری کرو۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک رات کا اعتکاف کیا۔ ۵۴

۵۲- مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۴ ص ۱۲۹، اور اس کے بعد مصنف عبدالرزاق: ج ۴ ص ۳۴، اور اس کے بعد۔  
۵۳- صحیح بخاری: ۲۰۳۴، الاعتکاف، صحیح مسلم: ۱۱۷۳، الاعتکاف، صحیح ابن خزمہ: ۴۲۱۲- ج ۳ ص ۳۴۳، یہ لمبی حدیث کا حصہ ہے، دیکھئے صحیح سنن ابوداؤد: ۲۱۳۷۔  
۵۴- صحیح بخاری: ۲۰۳۴، الاعتکاف، صحیح مسلم: ۱۶۵۶، الایمان، ابن خزمہ: ۲۲۲۸، ج ۳ ص ۳۴۷، الفاظ صحیح بخاری کے ہیں، دیکھئے صحیح سنن ابوداؤد: ۲۱۳۶، ۲۱۳۷۔

- (۲) سب سے تاکیدِ اعتکاف رمضان میں اعتکاف کرنا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس دن کا اعتکاف کیا کرتے تھے، اور جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس دن کا اعتکاف کیا۔ ۵۵
- (۳) اعتکاف کے لئے سب سے افضل وقت رمضان کے آخری ایام ہیں، کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے رہے ہیں۔ ۵۶

## اعتکاف کی شرطیں:

- (۱) اعتکاف صرف مسجدوں ہی میں صحیح ہے، دلیل باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:
- ﴿وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ (البقرة: ۱۸۷)
- ”اور عورتوں کے ساتھ اس وقت مباشرت نہ کرو جب تم مسجد میں اعتکاف کئے ہوئے ہو۔“ ۵۷
- اعتکاف کرنے والے کے لئے سنت ہے کہ وہ اپنے اعتکاف کی جگہ سے صرف انہیں کاموں کے لئے نکلے جن کے لئے نکلنا ضروری ہوتا ہے، اعتکاف کرنے والا نہ مریض کی عیادت کو جائے، نہ اپنی عورت کو شہوت سے چھوئے اور نہ ہی اس سے مباشرت کرے، نیز اعتکاف کسی ایسی ہی مسجد

۵۵- صحیح بخاری: ۲۰۲۳، الاعتکاف، صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۲۱، ج ۲ ص ۳۴۱، دیکھئے صحیح ابوداؤد: ۲۱۲۶، ۲۱۳۰۔

۵۶- صحیح بخاری: ۲۰۲۶، الاعتکاف، صحیح مسلم: ۱۱۷۲، الاعتکاف، ابن خزیمہ: ۲۲۲۳، ج ۳ ص ۳۲۵، دیکھئے: ارداء الغلیل: ۹۶۶، صحیح سنن ابوداؤد: ۲۱۲۵۔

۵۷- امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت سے وہی استدلال کیا ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے (یعنی اعتکاف کے لئے مسجد شرط ہے) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اعتکاف کے لئے مسجد کی شرطیت پر استدلال اس طرح ہے کہ اگر اعتکاف مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ جائز ہوتا تو مباشرت کی حرمت کو مسجد میں اعتکاف کے ساتھ خاص نہ کیا جاتا، کیونکہ جماع تو بالاتفاق اعتکاف کے منافی ہے، اس لئے یہاں مسجد کا ذکر کرنے سے یہ واضح ہوا کہ اعتکاف مسجد ہی میں ہو سکتا ہے۔

میں ہو سکتا ہے جس میں جماعت ہوتی ہو، اور سنت کا طریقہ ہے کہ جو اعتکاف میں بیٹھے وہ روزہ بھی رکھے۔ ۵۸

(۲) مناسب یہ ہے کہ مسجد جامع ہو، تاکہ نماز جمعہ کے لئے باہر نکلنے پر مجبور نہ ہونا پڑے، کیونکہ جمعہ کے لئے جانا واجب ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مابقی حدیث میں مذکور ہے کہ: اعتکاف جامع مسجد ہی میں ہو سکتا ہے، پھر اس بارے میں مجھے ایک صریح اور صحیح حدیث بھی ملی جو آیت میں مذکور لفظ ”مساجد“ کو صرف تین مسجدوں کے ساتھ خاص کر دیتی ہے، مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ۔

حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

”لا اعتکاف إلا فی المساجد الثلاثة“ ۵۹

”اعتکاف نہیں ہے مگر تین مسجدوں میں۔“

میری اطلاع کے مطابق اس حدیث کے مطابق سلف صالحین میں سے جن ذیل علماء نے فتویٰ دیا ہے:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن المسیب اور حضرت عطاء رحمہما اللہ، البتہ

حضرت عطاء نے صرف مسجد حرام اور مسجد نبوی کا ہی ذکر کیا ہے۔

ان کے علاوہ دوسرے علماء مسجد کے لئے صرف جامع مسجد کی شرط لگاتے ہیں، جب کہ بعض دوسرے

علماء نے ان کی مخالفت کی اور ان کا کہنا ہے کہ اعتکاف اپنے گھر کی مسجد میں بھی ہو سکتا ہے، اور یہ بات کسی

پر مخفی نہیں ہے کہ جو قول حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہو اسی کو اختیار کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم۔ ۶۰

۵۸۔ سنن ابوداؤد: ۲۴۷۳، الصوم۔ السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۲، ص ۳۱۶، بروایت عائشہ، دیکھئے صحیح ابوداؤد: ۲۱۲۵،

الارواء: ۹۶۶۔

۵۹۔ شرح مشکل الآثار: ج ۴، ص ۲۰۔ السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۲، ص ۳۱۶، بروایت حذیفہ رضی اللہ عنہ تفصیل کے لئے دیکھئے

الصحیحہ: ۲۷۸۶، وہیں بعض وہ آثار صحیحہ بھی مذکور ہیں جو اس حدیث کی تائید کرتے ہیں۔

۶۰۔ اس موضوع کی وضاحت کے لئے کتابچہ کے آخر میں مترجم کا ضمیمہ دیکھئے۔

(۳) اعتکاف کرنے والے کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ روزہ رکھے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ابھی گزرا ہے۔<sup>۶۱</sup>

## اعتکاف کرنے والے کے لئے جائز کام:

(۱) اعتکاف کرنے والے کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مسجد سے باہر نکلے، اور سر کو دھونے اور سنوارنے کے لئے مسجد سے باہر نکلنا بھی جائز ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہوتے اور میں اپنے حجرے میں ہوتی، آپ اپنا سر میری طرف حجرہ کے اندر کر دیتے تاکہ میں اس میں کنگھی کر دوں۔

( ایک اور روایت میں ہے کہ تاکہ میں آپ کے سر کو دھوؤں، اس وقت میرے اور اللہ کے رسول ﷺ کے درمیان دروازے کی چوکھٹ حائل ہوتی اور بسا اوقات اس وقت میں حالت حیض میں ہوتی) جب اللہ کے رسول ﷺ اعتکاف میں ہوتے تو گھر میں صرف انسانی ضرورت کے لئے ہی تشریف لاتے۔<sup>۶۲</sup>

<sup>۶۱</sup>۔ یہ اثر سنن کبریٰ بیہقی میں صحیح سند سے، ج ۲، ص ۳۱۷، اور سنن ابوداؤد: ۲۴۷۳، الصوم میں حسن سند سے مروی ہے، حافظ ابن قیم رحمہ اللہ زاد المعاد میں لکھتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ سے یہ منقول نہیں ہے کہ آپ نے کبھی بغیر روزہ رکھے اعتکاف کیا ہو، بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ بغیر روزہ کے اعتکاف نہیں ہے، نیز اللہ تبارک و تعالیٰ نے اعتکاف کا ذکر روزہ کے ساتھ ہی کیا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے بھی اعتکاف روزہ رکھ کر ہی کیا ہے، اس لئے دلیل کے اعتبار سے رائج قول وہی ہے جو جمہور سلف کا ہے کہ اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسی کو رائج قرار دیا ہے، علامہ البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جو شخص نماز یا کسی اور مقصد کے لئے مسجد میں داخل ہو اس کے لئے یہ ثابت نہیں ہے کہ مسجد میں اپنے ٹھہرنے کی مدت تک اعتکاف کی نیت کر لے۔ جیسا کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے الاختیارات میں اس کی صراحت کی ہے۔

<sup>۶۲</sup>۔ صحیح بخاری: ۲۰۲۹، الاعتکاف۔ صحیح مسلم: ۳۹۷، الحیض۔ مسند احمد: ج ۶، ص ۲۰۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ۹۷۸۵، ج ۴، ص ۱۵۳۔



(۲) اعتکاف کرنے والے یا غیر اعتکاف کرنے والے کے لئے مسجد میں دھوکا ناجائز ہے، اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت کرنے والے ایک صحابی کا بیان ہے کہ آپ نے مسجد میں ہلکا سا دھوکا کیا۔ ۶۳

(۳) اعتکاف کرنے والا مسجد کے آخری حصے میں چھوٹا سا خیمہ نصب کر سکتا ہے جس میں وہ اعتکاف بیٹھے، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ جب اعتکاف میں بیٹھنے کا ارادہ فرماتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے لئے ایک خیمہ نصب کر دیتیں اور وہ ایسا آپ ﷺ کے حکم سے کرتیں۔ ۶۴ اور ایک بار آپ ﷺ نے ایک گنبد نما چھوٹے ترکی خیمہ میں اعتکاف فرمایا جس کے دروازے پر چٹائی لگی ہوئی تھی۔ ۶۵

### عورت کا اعتکاف کرنا اور اعتکاف میں بیٹھے ہوئے شوہر کی زیارت کرنا:

(۴) عورت کیلئے جائز ہے کہ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے شوہر کی زیارت کرے اور شوہر کیلئے بھی جائز ہے کہ وہ مسجد کے دروازے تک اسے رخصت کرنے آئے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، ایک رات میں

۶۳- السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۳، ص ۲۲۲، مسند احمد: ج ۵، ص ۲۶۵، مسند احمد میں یہ حدیث مختصر ہے۔

۶۴- صحیح بخاری وغیرہ تخریج گزر چکی ہے، دیکھئے آپ کے اعتکاف سے متعلق حدیث۔

۶۵- صحیح مسلم: ۱۱۶، الصیام- صحیح ابن خزیمہ: ۲۱۲۱، ج ۳، ص ۲۲۲۔ دیکھئے صحیح ابوداؤد: ۱۲۵۱، پردہ لٹکانے کی حکمت امام سندھی نے بیان کی ہے کہ سامنے سے گزرنے والے کی نظر نہ پڑے، لیکن میں (علامہ البانی) کہتا ہوں کہ آپ ﷺ نے پردہ اس لئے لٹکایا تھا کہ سامنے والا اعتکاف کرنے والے کی توجہ اپنی طرف مبذول نہ کر سکے، جیسا کہ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ آپ ﷺ کا یہ معمول ان جالوں کے طریقہ سے بالکل مختلف ہے کہ ایک شخص دس آدمیوں کی جگہ گھیر لیتا ہے، زیارت کرنے والوں کا مرکز بناتا ہے اور اس کے پاس لوگ ادھر ادھر کی گفتگو میں مشغول رہتے ہیں، یہ اعتکاف کی ایک شکل ہے اور نبی ﷺ کا اعتکاف ایک دوسری شکل میں ہوتا تھا۔

آپ کی زیارت کے لئے گئی تو آپ کے پاس دوسری ازواج مطہرات بھی موجود تھیں، وہ سب تھوڑی دیر میں اٹھ کر چلی گئیں اور میں کافی دیر تک آپ سے باتیں کرتی رہی، جب میں نے واپس ہونے کے لئے اٹھنا چاہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جلدی نہ کرو میں تمہیں پہنچا دوں گا، چنانچہ آپ بھی میرے ساتھ اٹھے، تاکہ مجھے رخصت کریں، حضرت صفیہ کا قیام حضرت اسامہ بن زید کے گھر میں تھا، جب آپ مسجد کے اس دروازے تک پہنچے جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے قریب ہے تو دو انصاری صحابی ادھر سے گزرے، جب دونوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو دیکھا تو وہاں سے تیزی سے گزرتا چاہا، آپ ﷺ نے فرمایا: "علی رسلکما إنها صفیة بنت حبیبی آہستہ آہستہ (گھبراؤ نہیں) یہ صفیہ بنت حبیبی، (میری بیوی ہیں)، یہ سن کر ان دونوں نے کہا: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! سبحان اللہ (آپ کے بارے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا:

”إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ فَخَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمْ شَرًّا“۔ اَوْ قَالَ شَيْئًا۔<sup>۶۶</sup>

”شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے، مجھے خوف لاحق ہوا کہ شیطان کہیں تمہارے دلوں میں کوئی برا خیال نہ ڈال دے۔“

بلکہ عورت کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ ہی یا تنہا اعتکاف کرے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے ایک نے (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے) حالت استحاضہ میں آپ کے ساتھ اعتکاف کیا، انہیں لال پیلا خون جاری رہتا تھا اور بسا اوقات جب نماز پڑھنے لگتیں تو ہم لوگ ان کے نیچے لگن رکھ دیتے۔<sup>۶۷</sup>

۶۶- صحیح بخاری: ۳۲۸۱، بدء الخلق - صحیح مسلم: ۲۱۷۵، السلام - سنن ابوداؤد: ۲۳۷۰، الصیام - الفاظ سنن ابوداؤد کے ہیں۔

۶۷- صحیح بخاری: ۲۰۷۳، الاعتکاف، سنن سعید بن منصور (فتح الباری، ج: ۴، ص: ۲۸۱) دیکھئے صحیح ابوداؤد: ۲۱۳۸۔

سنن داری میں آپ ﷺ کی اس بیوی کا نام نصب مذکور ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنی وفات تک رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے رہے، پھر آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات نے اعتکاف کیا۔<sup>۶۸</sup>

(۵) جماع اور ہمبستری سے اعتکاف باطل ہو جاتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ (البقرة: ۱۸۷)

”اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو تو ان سے مباشرت نہ کرو۔“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اگر اعتکاف میں بیٹھا شخص اپنی بیوی سے ہمبستر ہو جائے تو اس کا اعتکاف باطل ہو جاتا ہے، اب اسے نئے سرے سے اعتکاف کی نیت کرنا چاہئے۔<sup>۶۹</sup>

البتہ اس غلطی کا کوئی کفارہ نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ سے اس سلسلے میں کوئی حکم وارد نہیں ہے۔

سبحانک اللہم و بحمدک ، أشهد ان لا اله الا أنت ، أستغفرک و أتوب إليك .  
اس کتابچہ کا مراجعہ اس کی تنقیح اور نئے فوائد کا اضافہ مولف کے قلم سے بروز اتوار،  
۲۶/رجب ۱۴۰۶ھ کو ہوا۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد النبی الامی وعلی آلہ وصحبہ وسلم.

عمان -- الارون

بقلم - محمد ناصر الدین الالبانی

ابو عبد الرحمن

۶۸- صحیح بخاری و صحیح مسلم، اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

۶۹- مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۳، ص: ۹۳- مصنف عبدالرزاق، ج: ۴، ص: ۴۶۳۔

بفضلہ تعالیٰ اس مفید کتابچہ کا ترجمہ بروز سنہ ۱۵ شعبان ۱۴۲۹ھ کو مکمل ہوا، اور اس کی تہیض  
وصفائی کا کام بعد نماز عصر بروز پیر بتاریخ ۸ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ کو پورا ہوا۔

مقصود الحسن فیضی

ابو کلیم

الغاط - سعود عرب

بحمد اللہ تعالیٰ آج بروز اتوار ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ کو الدوادی میں اس علمی و مفید کتابچہ  
کے ترجمہ کا مراجعہ و نظر ثانی پایہ تکمیل کو پہنچا۔

شبیر احمد نورنی

ابو عبد الرحمن (الدوادی)



## مسائل ثلاثہ کی اضافی معلومات

پہلا مسئلہ: کیا اعتکاف مساجد ثلاثہ کے ساتھ خاص ہے؟

اعتکاف کی مشروعیت اور اس کا مساجد کے ساتھ مشروط ہونا ایک ایسا مسئلہ ہے جو ائمہ دین کے نزدیک متفق علیہ چلا آ رہا ہے، بعض اہل علم نے عورتوں کو اس شرط سے مستثنیٰ قرار دیا ہے، البتہ وہ مسجد کیسی ہو: عام مسجد ہو؟ جماعت والی مسجد ہو؟ یا جامع مسجد؟ یہ چیز اہل علم کے نزدیک مختلف فیہ رہی ہے۔

☆ امام بخاری رحمہ اللہ ہر مسجد میں اعتکاف کو صحیح مانتے ہیں، جمہور علماء بھی اسی بات کے قائل ہیں، امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ اعتکاف کے لئے ایسی مسجد کی شرط لگاتے ہیں جس میں باجماعت نماز کا اہتمام ہو۔ یہ دونوں مسلک تقریباً ایک ہی ہیں، امام زہری اور ایک قول کے مطابق امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ اعتکاف کے لئے ایسی مسجد کی شرط لگاتے ہیں جس میں نماز باجماعت کے ساتھ جمعہ کی نماز بھی ادا کی جاتی ہو۔

اس مسئلے میں بعض اقوال اور بھی ہیں:

۱۔ چنانچہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ اعتکاف صرف انہیں مسجدوں کے ساتھ خاص ہے جن کے لئے رخت سفر باندھنے کی اجازت ہے، یعنی مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ۔

- ۲- امام عطاء کا خیال ہے کہ اعتکاف صرف مسجد نبوی اور مسجد حرام میں کیا جاسکتا ہے۔
- ۳- حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اعتکاف صرف مسجد نبوی یا کسی نبی کی مسجد میں ہو سکتا ہے۔<sup>۷۰</sup>

ہمارے ملکوں میں عام طور پر علمائے اہل حدیث کا خیال ہے کہ ہر مسجد میں یا وہ مسجد جس میں جماعت کا اہتمام ہو اس میں اعتکاف کرنا جائز ہے، نہ اس مسجد کے لئے جمعہ ہونے کی شرط ہے اور نہ ہی مساجد ثلاثہ کی قید ہے۔ چنانچہ علامہ شیخ الحدیث مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک رائج قول امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول ہے، جس کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ہے۔<sup>۷۱</sup>

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی جس حدیث کی شرح میں شیخ الحدیث رحمہ اللہ یہ رائے بیان کر رہے ہیں وہ یہ ہے:

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اعتکاف کرنے والے کے لئے سنت یہ ہے کہ نہ وہ مریض کی عیادت کرے اور نہ جنازے میں شریک ہو، نہ بیوی سے جماع کرے اور نہ ہی شہوت سے اسے ہاتھ لگائے، نیز معتکف کو چاہئے کہ مسجد سے باہر صرف اسی غرض کے لئے نکلے جس کے لئے نکلنا ضروری ہو، اور بغیر روزہ کے اعتکاف نہیں ہے، اور اعتکاف صرف اسی مسجد میں ہو سکتا ہے جس میں نماز جماعت کا اہتمام ہو۔“<sup>۷۲</sup>

۷۰- ان اقوال کیلئے دیکھئے، فتح الباری، ج: ۳، ص: ۲۷۱-۲۷۲، الاستدکار، ج: ۱۰، ص: ۲۷۵-مرعاة الفاتح، ج: ۷، ص: ۱۶۵-۱۶۶۔  
الموسوعة الفقهية الكويتية: ج: ۵، ص: ۳۱۱-۳۱۲ اور فقه الاعتکاف للشیخ خالد المشیقح، ص: ۱۲۳ تا ۱۲۴۔

۷۱- مرعاة الفاتح، ج: ۷، ص: ۱۶۶۔

۷۲- سنن ابوداؤد: ۲۳۷۳، الصوم۔ السنن الکبریٰ للبیہقی: ج: ۳، ص: ۳۱۷، دیکھئے صحیح سنن ابوداؤد: ج: ۷، ص: ۲۳۶، ۲۳۵۔ ارواء الغلیل: ج: ۱۳۹، ۱۴۰، علامہ البانی رحمہ اللہ اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حکما مرفوع ہے۔



محدث عصر علامہ الہانی مرحوم کا خیال ہے کہ اعتکاف صرف تین مسجدوں ہی میں کرنا چاہئے، جیسا کہ زیر ترجمہ کتابچہ اور آپ کی معروف تصنیف السلسلة الصحيحة سے واضح ہوتا ہے، البتہ علامہ مرحوم کی ان دونوں کتابوں میں کہیں بھی اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ ہندوپاک اور دنیا کے گوشے گوشے میں جو لوگ دیگر مسجدوں میں اعتکاف کرتے ہیں وہ بدعت کے مرتکب ہوتے ہیں، اور نہ ہی علامہ مرحوم نے کبھی ایسا کیا ہے کہ جن لوگوں نے اپنے اپنے ملکوں میں اعتکاف کیا ہے ان کے پاس جا کر ان سے زبردستی اعتکاف توڑوا کر انہیں گھر جانے پر مجبور کیا ہو، جیسا کہ ہمارے ہاں کے بعض حضرات کر رہے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ چند باتیں اس موضوع کی وضاحت سے متعلق رکھی جائیں، جس کا مقصد صرف حق کی وضاحت ہے علامہ مرحوم کی تردید ہرگز مقصود نہیں۔

☆ علامہ مرحوم کے نزدیک اعتکاف کا مساجد ثلاثہ کے ساتھ خاص ہونے کی دلیل حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی درج ذیل حدیث ہے:

حضرت سفیان بن عیینہ جامع بن شداد سے اور وہ ابو وائل سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: کچھ لوگ آپ کے اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے گھر کے درمیان (جو مسجدیں ہیں ان) میں اعتکاف بیٹھے ہوئے ہیں، آپ انہیں روکتے کیوں نہیں؟ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: اعتکاف صرف تین مسجدوں میں بیٹھا جاسکتا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ممکن ہے تم بھول رہے ہو اور ان لوگوں نے یاد رکھا ہو، یا تم سے غلطی ہو رہی ہو اور یہ لوگ راہ راست پر ہوں۔ ۷۳

یہ ہے وہ حدیث جس پر علامہ مرحوم نے اپنے استدلال کی بنیاد رکھی ہے، حالانکہ زیر غور مسئلہ پر یہ حدیث کئی اعتبار سے دلیل نہیں بن سکتی۔

(۱) یہ حدیث معطل و کمزور و ضعیف ہے یہی وجہ ہے کہ تمام علمائے امت میں سے کسی نے بھی اسے قبول نہیں کیا، اس حدیث میں پائی جانے والی علمی و فنی کمزوریوں کی تفصیلات یوں ہیں: اس حدیث کو حضرت سفیان سے ان کے سات شاگردوں نے روایت کیا ہے اور ان کی روایت میں شدید اختلافات ہیں، جن کی تفصیل اس طرح ہے:

☆ ۱- اس حدیث کو حضرت سفیان سے جب حضرت سعید بن منصور رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں تو ان الفاظ میں مرفوعاً روایت کرتے ہیں: لا إعتکاف إلا فی المساجد الثلاثة. او قال: مسجد جماعة“۔<sup>۷۵</sup>

”اعتکاف صرف تین مسجدوں میں ہے یا اعتکاف صرف نماز باجماعت والی مسجد میں ہے۔“  
یعنی راوی کو شک ہے کہ حدیث کے الفاظ: ”لا اعتکاف الا فی المساجد الثلاثة“ ہیں یا ”لا اعتکاف إلا فی مسجد جماعة“ ہیں۔

واضح رہے کہ حضرت سعید بن منصور فن حدیث کے امام اور ثقہ و حجت راوی ہیں۔  
۲- اور جب اسی حدیث کو حضرت سفیان کے شاگرد محمد بن الفرج اور ہشام بن عمار روایت کرتے ہیں تو ان الفاظ میں مرفوعاً روایت کرتے ہیں:  
”لا إعتکاف إلا فی المساجد الثلاثة“۔<sup>۷۶</sup>

”اعتکاف صرف تین مسجدوں میں ہے۔“

۷۴- اہل علم کی اصطلاح میں معطل وہ حدیث ہوتی ہے جس سند میں بظاہر کوئی خرابی نہ ہو البتہ اس میں کوئی ایسا پوشیدہ عیب پایا جا رہا ہو جو اس کے قابل استدلال ہونے میں مانع ہو۔

۷۵- المحلی: ج ۵، ص ۱۴۰۔

۷۶- معجم الاسماء علی (الصحیح: ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱

یہ دونوں راوی بھی ثقہ ہیں لیکن قوت ضبط میں حضرت سعید بن منصور سے کم درجے کے ہیں، خاص کر ہشام بن عمار پر تو حفظ و یادداشت کے حوالے سے شدید اعتراضات ہیں۔

۳- نیز جب اسی حدیث کو حضرت سفیان کے شاگرد محمد بن آدم المروری رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں تو وہ بھی مرفوعاً روایت کرتے ہیں، البتہ ان کے الفاظ اس طرح ہیں:

”لا إعتكاف إلا في المسجد الحرام“ او قال ”إلا في المساجد الثلاثة“۔<sup>۷۷</sup>  
یعنی راوی کو شک ہے کہ آپ ﷺ نے صرف ”المسجد الحرام“ کا نام لیا یا ”المساجد الثلاثة“ کا نام لیا۔

واضح رہے کہ محمود بن آدم بھی ثقہ راوی اور امام بخاری کے اساتذہ میں سے ہیں، علامہ مرحوم نے ان کی توثیق اور ان کے قابل حجت ہونے پر صحیحہ میں ایک لمبی بحث کی ہے۔<sup>۷۸</sup>

یہ رہا حضرت سفیان کے ان چار شاگردوں کی روایات کا حال جو اس حدیث کو مرفوعاً روایت کرتے ہیں، تاوقت تحریر اس میں سے کس راوی کی روایت کو دوسرے پر ترجیح دی جائے یہ بات راقم سطور کے نزدیک واضح نہیں ہوئی، اور نہ کبار محدثین میں سے کسی محدث کا قول میرے سامنے ہے کہ اس پر غور کیا جاسکے، لیکن اس بات سے اختلاف کی گنجائش نہیں کہ حضرت سعید بن منصور باقی تینوں راویوں کے مقابلہ میں زیادہ قابل اعتبار راوی ہیں۔ واللہ اعلم۔

اور اسی حدیث کو جب حضرت سفیان کے شاگرد حضرت عبدالرزاق بن ہمام، حضرت سعید بن عبدالرحمن اور محمد بن ابو عمرو رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں تو مرفوع کے بجائے موقوفاً روایت کرتے ہیں، چنانچہ حضرت الامام عبدالرزاق رحمہ اللہ کی روایت کے الفاظ ہیں ”لا إعتكاف إلا في

هذه المساجد الثلاثة“۔<sup>۷۹</sup>

۷۷- السنن الكبرى للبيهقي: ج ۴، ص ۳۱۶۔

۷۸- الصحيح: ج ۶، ص ۶۷۱، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، ۱۸۴۵، ۱۸۴۶، ۱۸۴۷، ۱۸۴۸، ۱۸۴۹، ۱۸۵۰، ۱۸۵۱، ۱۸۵۲، ۱۸۵۳، ۱۸۵۴، ۱۸۵۵، ۱۸۵۶، ۱۸۵۷، ۱۸۵۸، ۱۸۵۹، ۱۸۶۰، ۱۸۶۱، ۱۸۶۲، ۱۸۶۳، ۱۸۶۴، ۱۸۶۵، ۱۸۶۶، ۱۸۶۷، ۱۸۶۸، ۱۸۶۹، ۱۸۷۰، ۱۸۷۱، ۱۸۷۲، ۱۸۷۳، ۱۸۷۴، ۱۸۷۵، ۱۸۷۶، ۱۸۷۷، ۱۸۷۸، ۱۸۷۹، ۱۸۸۰، ۱۸۸۱، ۱۸۸۲، ۱

”اعتکاف صرف انہی تین مسجدوں میں ہے۔“

اور سعید بن عبد الرحمن و محمد بن عمرو رحمہما اللہ کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

”لا إعتکاف إلا فی المسجد الحرام“<sup>۸۰</sup> او قال ”إلا فی المساجد الثلاثة“<sup>۸۱</sup>

”اعتکاف نہیں ہے مگر مسجد حرام میں یا مخصوص تین مسجدوں میں“

نیز امام ابو بکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو موقوفاً روایت کیا ہے۔<sup>۸۱</sup>

اسی طرح اس حدیث کو حضرت سفیان سے امام عبد الرزاق اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنے استاذ

وکیع کے حوالے سے ایک اور سند سے روایت کرتے ہیں اور وہ روایت بھی موقوف ہی ہے۔<sup>۸۲</sup>

واضح رہے کہ یہ تمام راوی بھی ثقہ ہیں بلکہ امام عبد الرزاق اور امام ابن ابی شیبہ تو اپنے اپنے

وقت کے امام ہیں۔

اب ہر شخص اس بات پر غور کر سکتا ہے کہ اولاً تو اس حدیث کے مرفوع و موقوف ہونے میں

شدید اختلاف ہے، ثانیاً اس کے الفاظ میں اختلاف ہے۔<sup>۸۳</sup> یہ سارے اختلاف واضح کرتے

ہیں کہ اس حدیث کی صحت ہی مشکوک ہے جس کو بنیاد بنا کر قرآن کے عموم کو مخصوص نہیں کیا جاسکتا۔

اور اگر مزید تحقیق میں جائیں تو آپ دیکھیں گے کہ اس حدیث کے موقوف ہونے کی تائید دوسرے

۸۰- اخبار مکہ لقاحی: ج ۲، ص ۱۳۹۔

۸۱- مصنف ابن ابی شیبہ۔

۸۲- مصنف عبد الرزاق: ج ۳، ص ۳۳۷، نیز دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۳، ص ۹۱۔

۸۳- بہت ممکن ہے کہ یہ اختلافات امام سفیان رحمہ اللہ کے بعض اساتذہ کی طرف سے ہوں، کیونکہ امام سفیان رحمہ اللہ

کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ مدلس راوی ہیں، البتہ یہ بات ضروری ہے کہ علماء حدیث کا کہنا ہے کہ وہ صرف ثقہ راوی ہی

سے تدلیس کرتے ہیں لیکن یہ بات واضح دینی چاہئے کہ علمائے حدیث کا یہ حکم عمومی اعتبار سے ہے کلی اعتبار سے نہیں ہے

کیونکہ تلاش کے بعد بعض ایسے راوی بھی ملے ہیں جن سے امام سفیان تدلیس کرتے ہیں اور وہ خود بھی مدلس اور ضعیف

ہیں جیسا کہ ان میں سے بعض نام حافظ زبیر علی زئی نے اپنے مقالہ میں کیا ہے جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ واللہ اعلم۔

اور طریقوں سے بھی ہوتی ہے جنہیں المعجم الطبرانی الکبیر میں دیکھا جاسکتا ہے۔<sup>۸۴</sup>  
 شاید یہی وجہ ہو کہ بہت سے کبار محدثین اس حدیث کو بطور موقوف ہی نقل کرتے چلے آ رہے  
 ہیں، اور اس کے مرفوع ہونے کی طرف اشارہ بھی نہیں کرتے، جیسے شارحین صحیح البخاری ابن بطلال،  
 حافظ ابن حجر، حافظ بدرالدین العینی رحمہم اللہ، نیز حافظ ابن عبدالبر اور ابن الملقن وغیرہ۔<sup>۸۵</sup>  
 ان محققین کا اس حدیث کو مرفوع نہ نقل کرنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ان کے نزدیک یہ  
 حدیث مرفوعاً ثابت نہیں ہے، کسی ایک محدث کا غفلت کر جانا تو فطری بات ہے، بیک وقت سب  
 کا چوک جانا ناقابلِ سمجھ بات ہے۔

(۲) حدیث کے متن پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فوراً ہی  
 حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی تردید ان الفاظ میں کر دی تھی ”یا تو آپ سے بھول ہو رہی ہے، یا پھر آپ  
 مسئلہ کو سمجھنے میں غلطی کر رہے ہیں“، مزید یہ کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ ابن مسعود کی  
 بات کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ حالانکہ میری نظر میں یہ بعید ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اس حدیث  
 کے فرمان نبوی ہونے پر یقین رکھتے ہوں، اسے اپنے معنی و مفہوم میں صریح بھی سمجھتے ہوں اس  
 کے باوجود وہ حضرت ابن مسعود کی اس تردید کا کوئی جواب نہ دیں اور خاموش ہو جائیں، نیز  
 حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے موقف کی تائید ان الفاظ میں کر دیتے ہیں کہ:

”أما أنا قد علمت أن الاعتكاف إلا في مسجد جماعة“۔<sup>۸۶</sup>

”البتہ میں تو یہ جانتا ہوں کہ اعتکاف اسی مسجد میں کیا جاسکتا ہے جس میں نماز باجماعت کا

اہتمام ہو۔“

<sup>۸۴</sup> - المعجم الطبرانی الکبیر: ج ۹، ص ۳۳۹-۳۵۰۔

<sup>۸۵</sup> - شرح صحیح البخاری: ج ۴، ص ۱۶۱۔ فتح الباری: ج ۲، ص ۳۷۲۔ عمدۃ القاری: ج ۱۱، ص ۱۴۱۔ التہذیب: ج ۸، ص ۳۲۵۔

الاعلام: ج ۵، ص ۴۳۰۔

<sup>۸۶</sup> - معجم الطبرانی الکبیر: ج ۹، ص ۳۳۹۔

(۳) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی زیر بحث حدیث ایک ایسی حدیث ہے جس کے مطابق کسی امام یا عالم کا فتویٰ نہ کبھی رہا ہے اور نہ ہی کسی امام نے اسے قبول کیا ہے، بلکہ تمام امت کے اہل علم کا اجماع اس کے خلاف ہے۔ اور جن دو بزرگوں کا نام ان کی تائید میں نقل کیا جاتا ہے وہ بھی محل نظر ہے کیونکہ حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کا قول اپنے مفہوم میں واضح نہیں ہے کیونکہ اس کے الفاظ ہی مختلف نقل کئے گئے ہیں، کہیں ”مسجد النبوی صلی اللہ علیہ وسلم“ ہے اور کہیں ”مسجد نبی“ کا لفظ ہے،<sup>۸۷</sup> اور ظاہر ہے کہ دونوں الفاظ کے مفہوم مختلف ہیں اور دونوں کی سند بھی صحیح ہے، اب اگر عام کو خاص پر محمول کیا جائے تو اس سے ”مساجد ثلاثہ“ میں اعتکاف کا ثبوت نہیں ملتا بلکہ صرف ”مسجد نبی صلی اللہ علیہ وسلم“ میں اعتکاف کا ثبوت ہوتا ہے جو علامہ مرحوم کے موقف کے خلاف ہے، واضح رہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن المسیب کا یہی قول نقل کیا ہے یعنی اعتکاف صرف مسجد نبوی میں ہو سکتا ہے۔<sup>۸۸</sup>

اور جہاں تک حضرت عطاء کے قول کا تعلق ہے تو وہ بھی ”مساجد ثلاثہ“ کے ساتھ اعتکاف کو خاص نہیں بلکہ مسجد حرام اور مسجد نبوی کے ساتھ اعتکاف کو خاص مانتے ہیں۔<sup>۸۹</sup>

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ذمہ داری کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان دونوں بزرگوں نے اس حدیث کے مطابق فتویٰ دیا ہے، نیز یہ بھی کہیں اشارہ نہیں ملتا کہ ان بزرگوں نے اپنے قول کی بنیاد اسی حدیث پر رکھی ہے۔ واللہ اعلم۔

اس کے برخلاف متعدد صحابہ کا قول بسند صحیح ثابت ہے کہ ہر وہ مسجد جس میں نماز باجماعت کا اہتمام ہو اس میں اعتکاف کیا جاسکتا ہے، چنانچہ مشہور عالم حدیث شیخ سلیمان بن ناصر العلوان حفظہ اللہ

۸۷- مصنف عبدالرزاق: ج ۴، ص ۳۴۶۔ المحلی: ج ۵، ص ۱۹۳۔

۸۸- فتح الباری: ج ۴، ص ۲۷۲۔

۸۹- مصنف عبدالرزاق: ج ۴، ص ۳۴۹۔ فتح الباری: ج ۴، ص ۲۷۲۔



اپنے ایک فتویٰ میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم وغیرہ سے بسند صحیح ثابت ہے کہ ہر اس مسجد میں اعتکاف صحیح ہے جس میں نماز باجماعت کا اہتمام ہوتا ہو اور کسی بھی صحابی سے ان حضرات کی مخالفت ثابت نہیں ہے۔<sup>۹۰</sup>

(۴) اللہ تبارک و تعالیٰ نے اعتکاف کے لئے مسجد کی شرط کو روزہ کے احکام کے ضمن میں بیان کیا ہے، یعنی اس سے پوری امت کو خطاب فرمایا ہے اور مسجدوں کے لئے جمع کثرت اور جمع غنمی المجموع کا صیغہ استعمال کیا ہے اور بہت سے ائمہ لغت کے نزدیک جمع کثرت اور جمع المجموع کا اطلاق دس اور اس سے زیادہ کی تعداد پر ہوتا ہے، اب اگر اعتکاف کو صرف مذکورہ تین مسجدوں کے ساتھ خاص کر دیا جائے تو اس کا مطلب ہوگا کہ امت کی بڑی تعداد اس حکم پر عمل کرنے سے محروم رہے گی، کیونکہ اکثر مسلمان کی عظیم اکثریت مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے باہر ہی رہتی ہے۔

(۵) اعتکاف ایک ایسا مسئلہ ہے جو امت کو ہر وقت یا کم از کم ہر رمضان میں درپیش ہوتا ہے، اب اس سے متعلق نبی ﷺ کی صرف ایک ہی حدیث ہو اور اس کے الفاظ و سند میں بھی اس قدر شدید اختلاف ہو، تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا قول و عمل اس کے خلاف ہو، اور حضرت عبداللہ بن مسعود جیسا علم کا سمندر صحابی اس کی حقیقت کی تردید کرے، نیز حدیث کی مشہور و متداول کتابوں میں سے کسی کتاب میں یہ حدیث نہ پائی جائے اور آج چودہ سو سال سے زائد عرصہ میں پیدا ہونے والا کوئی امام ربانی اس کے مطابق فتویٰ نہ دے وغیرہ وغیرہ، یہ تمام ایسی باتیں ہیں جو اس حدیث سے استدلال میں مانع اور سلف کے پیروکاروں کو شک میں ڈال دینے والی ہیں۔

(۶) اگر بالفرض اس حدیث کو صحیح و مستحکم بھی مان لیا جائے جیسا کہ علامہ مرحوم کا خیال ہے تو اس کا معنی صرف یہ ہوگا کہ کامل اور افضل اعتکاف صرف انہی مسجدوں میں ہو سکتا ہے، جیسا کہ یہ اسلوب ہر زبان میں پایا جاتا ہے کہ کسی چیز کی نفی سے مراد بسا اوقات نفی کمال یا وجود کمال ہوتا ہے،

بعض حدیثوں میں بھی یہ اسلوب استعمال ہوا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ“<sup>۹۱</sup>

”جو امانت کی ادائیگی کا پابند نہ ہو وہ مومن نہیں ہے اور جو عہد کا پاس و لحاظ نہ رکھے وہ دیندار

نہیں ہے۔“

اور شاید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے قول ”لَعَلَّكَ نَسِيتَ وَحَفِظُوا وَأَخْطَا وَأَصَابُوا“ سے یہی مراد لیا ہے کہ ممکن ہے تم بھول گئے اور ان لوگوں نے یاد رکھا ہو اور تم نے سمجھنے میں غلطی کی ہو اور ان لوگوں نے صحیح سمجھا ہو، جیسا کہ علامہ مرحوم نے خود اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔<sup>۹۲</sup>

☆☆ ہر طالب علم کے سامنے یہ حقیقت رہنی چاہئے کہ علامہ مرحوم کے علاوہ کوئی بھی عالم نظر نہیں آتا جس نے اس حدیث کو صحیح یا حسن کہا ہو، صرف امام ذہبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء میں اس حدیث کو بطور سند صحیح کہا ہے اور ساتھ ہی اس حدیث کے متن کو غریب قرار دیا ہے (سیر اعلام النبلاء: ۸۰/۱۵) اس کے برخلاف کبار محدثین جیسے حافظ ابن حجر، حافظ ابن عبدالبر اور ابن الملقن وغیرہم رحمہم اللہ کا اسے صرف موقوفاً نقل کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے یہ حدیث علمائے حدیث و فقہاء کے نزدیک مرفوعاً ضعیف ہے، معاصرین میں سے حدیث سے دلچسپی رکھنے والے متعدد اہل علم نے اس حدیث کو ضعیف و معلول قرار دیا ہے، جیسے فضیلۃ الشیخ سلیمان بن ناصر العلوان، شیخ الحدیث مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ، اور حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ وغیرہم۔

بعض احباب کے مشورہ سے حافظ ثناء اللہ مدنی کا فتویٰ بھی شامل رسالہ کر دیا جا رہا ہے، البتہ

۹۱- مسند احمد: ج ۳، ص ۱۳۵۔ صحیح ابن حبان (الموارد: ۴۷، ص ۴۱) بروایت انس۔

۹۲- الصحیحہ: ج ۶، ص ۶۶۷ اور حدیث صحیح ہے۔ صحیح الجامع۔

حافظ زبیر علی زئی کا مقالہ مجلہ مفت روزہ الاعتصام لاہور، جلد: ۵۲، شمارہ: ۳۹، سن ۱۴۳۱ھ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

یا مندرجہ ذیل ویب سائٹ پر مطالعہ کیجئے:

[www.islamdawah.com/urdu](http://www.islamdawah.com/urdu)

اگر غور کیا جائے تو حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کا اعتکاف کو مسجد نبوی کے ساتھ خاص ماننا اور حضرت عطاء رحمہ اللہ کا مسجد نبوی اور مسجد حرام کے ساتھ خاص ماننے کی اس کے علاوہ کوئی اور توجیہ نہیں کی جاسکتی۔ دو انتہائی آراء قائم کرنے کے بجائے اس طرح موافقت اور اجماع امت کی راہ نکالی جاسکتی ہے، واللہ اعلم۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی صحت کی صورت میں یہی توجیہ میرے نزدیک اس لئے بھی متعین ہے کہ اس طرح اس میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں کوئی تعارض باقی نہیں رہتا ورنہ دونوں حدیثیں آپس میں متعارض ہونگی کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اعتکاف کے لئے ایسی مسجد کا ہونا کافی ہے جس میں نماز باجماعت کا اہتمام ہوتا ہو۔ واللہ اعلم۔

یہ چند کلمات مکان اعتکاف سے متعلق تھے جنہیں ناظرین کے سامنے دلیل و تفصیل کے ساتھ اس لئے رکھا گیا کہ نفس مسئلہ کی وضاحت ہو جائے اور علامہ مرحوم کے مخالف قول کی قوت سامنے آجائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔



# دواہم فتوے

علامہ قصیم فقیہ عصر فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین  
کا فتویٰ

علامہ مرحوم ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

جواب: مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ دیگر مسجدوں میں بھی اعتکاف اپنے وقت میں صحیح ہے، اعتکاف صرف انہی تین مسجدوں کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ ان تین مسجدوں اور ان کے علاوہ دیگر مسجدوں میں بھی اعتکاف ہو سکتا ہے، امام احمد، امام مالک، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کے تمام متبعین ائمہ کا یہی مسلک رہا ہے، جس کی دلیل یہ فرمان الہی ہے:

﴿وَلَا تَبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ (البقرة: ۱۸۷)

”اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو تو ان سے مباشرت نہ کرو۔“

اس آیت میں لفظ مسجد عام اور روئے زمین کی تمام مسجدوں کے لئے ہے، نیز آیت کا یہ حصہ روزہ سے متعلقہ ان آیتوں کے آخر میں وارد ہے جن میں روزہ کے وہ احکام بیان ہوئے ہیں جو تمام روئے زمین کے مسلمانوں کے لئے ہیں، اس اصول کی بنا پر اس جملہ کے مخاطب وہ تمام لوگ ہیں جو روزہ کے حکم کے مخاطب ہیں، اس لئے یہ تمام احکام جو سیاق و خطاب میں ایک جیسے ہی ہیں اس فرمان الہی پر ختم ہوتے ہیں:

﴿تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ

يَتَّقُونَ﴾ (البقرة: ۱۸۷)

”یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے پاس نہ جانا۔ اسی طرح اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ وہ پرہیزگار بنیں۔“

اور یہ چیز بہت بعید ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ پوری امت کو ایسے اسلوب سے خطاب کرے جو امت کے چند افراد پر لاگو ہوتا ہو، اور جہاں تک حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ”لا اعتکاف إلا فی المساجد الثلاثة“ کا تعلق ہے، بشرطیکہ یہ حدیث اگر اس کے دلیل بننے میں رکاوٹ بننے والے امور سے بچی بھی رہے تو اس سے مراد نفی کمال ہے، اس معنی میں کہ اعتکاف کامل وہی ہے جو ان تین مسجدوں میں سے کسی ایک مسجد میں کیا جائے، کیونکہ ان کی فضیلت و شرف بہت زیادہ ہے، (قرآن و حدیث میں) اس قسم کی عبارت اکثر پائی جاتی ہے کہ نفی سے مراد نفی کمال ہے، صحت کی نفی مراد نہیں، جیسا کہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

”لا صلاة بحضر الطعام“۔<sup>۹۳</sup> ”کھانے کی موجودگی میں نماز نہیں ہے۔“

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ”نفی“ سے مراد دراصل حقیقت شرعیہ اور حسیہ کی نفی ہوتی ہے، لیکن اگر کوئی ایسی دلیل موجود ہو جو حقیقی معنی لینے میں رکاوٹ بنے تو ”نفی کمال“ ہی مراد لینا متعین ہو جاتا ہے، جیسا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کا معاملہ ہے، یہ اس صورت میں ہے کہ حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ دلیل میں رکاوٹ بننے والے امور سے (جیسے ضعف، موقوف یا منسوخ وغیرہ) بچی ہو۔<sup>۹۴</sup>

واللہ اعلم

بقلم الفقیر إلى اللہ

محمد الصالح العثیمین

۱۴۰۹/۹/۱۱ھ



۹۳- صحیح مسلم: ۱۵۶، المساجد۔

۹۴- مجموع فتاویٰ و رسائل الشیخ: ج ۳۰، ص ۱۶۱-۱۶۲۔

## شیخ الحدیث مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ کا فتویٰ

البحر الہدای: سوال میں مذکور روایت سنن کبریٰ بیہقی ۲۱۶/۳ میں بایں الفاظ ہے:  
 ”لا اعتکاف الا فی المسجد الحرام“ أو قال ”فی المساجد الثلاثة“ یعنی  
 ”اعتکاف صرف مسجد الحرام میں ہے۔ یا یوں فرمایا: صرف تین مسجدوں میں ہے۔“ اور  
 منتقی الاخبار میں بحوالہ سنن سعید بن منصور روایت کے الفاظ یوں ہیں: ”لا اعتکاف إلا  
 فی المساجد الثلاثة“ أو قال ”فی مسجد جماعة“ یعنی ”اعتکاف صرف تین مسجدوں  
 میں ہے۔ یا فرمایا: اعتکاف اس مسجد میں ہے جہاں نماز جماعت کا اہتمام ہو۔“

امام شوکانی نیل الأوطار: ۲۸۴/۳ میں فرماتے ہیں لیکن ابن ابی شیبہ نے روایت ہذا کا مرفوع  
 حصہ بیان نہیں کیا صرف حذیفہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی گفتگو پر اکتفا کیا ہے، اس کے الفاظ  
 یوں ہیں: ”إن حذيفة جاء إلى عبد الله فقال ألا أعجبك من قوم عكوف بين دارك  
 و دار الأ شعري يعني المسجد. قال عبد الله: فلعلهم أصابوا و أخطأت“ یعنی  
 ”حذیفہ رضی اللہ عنہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، کہا کیا میں تجھے تعجب والی بات نہ بتاؤں، کچھ لوگ  
 تیرے اور اشعری کے گھر کے درمیان یعنی مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہیں۔ جواباً عبد اللہ نے کہا: ممکن  
 ہے ان کا فعل درست ہو (روکنے میں) تجھ سے غلطی سرزد ہوئی ہو۔“ پھر علامہ موصوف رقمطراز  
 ہیں ”فهذا يدل على أنه لم يستدل على ذلك بحديث عن النبي ﷺ وعلى أن  
 عبد الله يخالفه ويجوز الاعتكاف في كل مسجد ولو كان ثم حديث عن  
 النبي ﷺ ما خالفه و ايضا الشك الواقع في الحديث مما يضعف الاحتجاج  
 أحد شقيه“ یعنی ”اس سے معلوم ہوا کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کا استدلال حدیث رسول ﷺ پر مبنی نہیں تھا



اور اس بنا پر بھی کہ عبد اللہ ﷺ کی مخالفت کر رہے ہیں، اور ہر مسجد میں اعتکاف کے جواز کے قائل ہیں اور اگر کوئی مرفوع حدیث نبی ﷺ سے موجود ہوتی تو عبد اللہ ﷺ مخالفت نہ کرتے، اور اسی طرح حدیث میں واقع شک بھی ایک طرف استدلال کو کمزور کرتا ہے۔ نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ جیسے عظیم محدث نے فتح الباری: ۲/۲۷۳ میں حذیفہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ اعتکاف تین مساجد سے مخصوص ہے لیکن بطور استدلال یہ روایت نقل نہیں کی، حالانکہ مقام کا تقاضا تھا کہ اس کو بیان کیا جاتا، ایسے موقعہ پر متدل کی موجودگی کے باوجود ذکر نہ کرنا محدثین کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتا بالخصوص جب کہ امیر المومنین فی الحدیث بخاری نے اپنی صحیح میں بایں الفاظ تبویب قائم کی ہو: باب الاعتکاف فی العشر الاوخر، والاعتکاف فی المساجد کلہا بقولہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ بِلَکَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرُبُوْهَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ اٰیَاتِہٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّہُمْ یَتَّقُوْنَ﴾ (البقرہ: ۱۸۷) یہ امر تو مزید اہتمام کا متقاضی تھا کہ روایت ہذا کو مقام بحث میں ذکر کیا جاتا "اذ لیس فلیس" بناء بریں اس روایت سے قرآن کے عموم و انتہی عاکفون فی المساجد کی تخصیص کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(ماخوذ از: ہفت روزہ الاعتصام، لاہور / شمارہ ۱۲، مارچ ۱۹۹۳ء، صفحہ نمبر: ۸، ۷)



## دوسرا مسئلہ: دعائے قنوت وتر رکوع سے قبل یا رکوع کے بعد؟

علامہ مرحوم رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ وتر میں دعائے قنوت رکوع سے قبل ہی متعین ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ بھی علماء کے نزدیک مختلف فیہ چلا آ رہا ہے، اس سلسلے میں صحیح تر رائے یہ ہے کہ دونوں صورتوں کو جائز سمجھا جائے اور فرق صرف افضلیت وغیر افضلیت کا رکھا جائے، اس کے برعکس اگر رکوع کے بعد قنوت وتر کو بدعت قرار دیا جائے اور جن مسجدوں میں عرصہ سے قنوت وتر رکوع کے بعد پڑھا جاتا تھا اسے زبردستی بند کروادیا جائے تو یہ بات اہل علم و تحقیق اور اختلافی مسائل پر انصاف پسند نظر رکھنے والے علماء کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے، کیونکہ عام نمازوں میں قنوت جسے قنوت نازلہ کہا جاتا ہے رکوع کے بعد بکثرت احادیث سے ثابت ہے اور چونکہ قنوت وتر اور قنوت نازلہ دعا ہونے اور نماز کے اندر ہونے میں ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں، لہذا علماء نے قنوت وتر کو قنوت نازلہ پر قیاس کیا ہے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ اپنی کتاب صحیح البخاری میں باب منعقد کرتے ہیں:

”باب القنوت قبل الركوع وبعده“ (صحیح البخاری، کتاب الوتر، باب: ۷)

”باب اس بیان میں کہ قنوت رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں طرح ہے۔“

پھر اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے قنوت نازلہ سے متعلق چار حدیثیں نقل فرمائی ہیں، جس کا واضح مطلب ہے کہ امام رحمہ اللہ نے قنوت وتر کو قنوت نازلہ پر قیاس کیا ہے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور دوسرے کبار ائمہ نے بھی قنوت وتر کو قنوت نازلہ پر قیاس کیا ہے، خود علامہ البانی رحمہ اللہ نے ارواء الغلیل میں ان ائمہ کے اقوال نقل فرمائے ہیں۔<sup>۹۵</sup>

اس کے علاوہ عہد فاروقی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے عمل سے بھی وتر میں دعائے قنوت

رکوع کے بعد ثابت ہے، (چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن عبدالقاری رحمہ اللہ جو عہد فاروقی میں عبداللہ بن الارقم کے ساتھ بیت المال کے نگران تھے، بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رمضان کی ایک شب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ باہر نکلے، مسجد کے پاس سے گزر ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوئے ہیں، کوئی شخص اکیلے نماز پڑھ رہا ہے اور کسی کے ساتھ ایک جماعت نماز پڑھ رہی ہے، یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ! میرا خیال ہے کہ ان لوگوں کو اگر ایک ہی امام کے پیچھے جمع کر دیا جائے تو بہتر ہوگا، پھر انہوں نے اس کا فیصلہ کر لیا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو باجماعت تراویح پڑھائیں، پھر کچھ دنوں کے بعد ایک بار پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ان لوگوں پر ہوا اور دیکھا کہ لوگ اپنے امام کے پیچھے ایک ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں، یہ دیکھ کر فرمایا: یہ کتنی اچھی بدعت ہے، اور یہ لوگ جس وقت سوئے رہتے ہیں یعنی رات کا آخری حصہ وہ اس وقت سے بہتر ہے جس میں یہ نماز پڑھ رہے ہیں، اور لوگ نصف رمضان کے بعد ان الفاظ میں کافروں پر لعنت بھیجتے تھے، ان کی دعا یہ تھی:

”اللهم قاتل الكفرة الذين يَصُدُّون عن سبيلك ويكذبون رسلك ولا يؤمنون بوعدك وخالف بين كلمتهم وألق في قلوبهم الرعب وألق عليهم رجزك وعذابك إله الحق“۔

امام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا اور حسب استطاعت لعنت بھیج کر، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ کر اور مومن مردوں اور عورتوں کے لئے دعائے استغفار سے فارغ ہوتا تو آخر میں یہ دعا پڑھتا:

”اللهم إياك نعبد ولك نصلي ونسجد وإليك نسعى ونحفد ونرجو رحمتك ربنا ونخاف عذابك الجدا ان عذابك لمن عاديت ملحق“

اس کے بعد امام اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں چلا جاتا۔<sup>۹۶</sup>

عہد فاروقی کا یہ واقعہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ امام لوگوں کو وتر میں دعائے قنوت رکوع کے بعد پڑھاتا تھا اور تمام صحابہ و تابعین ان کی اتباع کیا کرتے تھے۔

اس لئے صحیح مسلک یہی ہے کہ وتر میں قنوت رکوع سے قبل و بعد دونوں طرح جائز اور صحابہ کے عمل سے ثابت ہے، چنانچہ اس سلسلے میں تشدد برتنا، جو لوگ قنوت وتر رکوع کے بعد پڑھتے ہیں، انہیں منع کرنا اور جن مسجدوں میں قنوت وتر رکوع کے بعد پڑھی جاتی ہے ان کیلئے فتنہ کھڑا کرنا اور قنوت و طاقت کے ذور پر انہیں مجبور کرنا کسی عالم کا کام نہیں ہو سکتا، جذباتی، کم تجربہ کار حضرات جو ہر نئی آواز کے پیچھے بے سوچے سمجھے ہو لیتے ہیں ان سے گزارش ہے کہ اس قسم کا کوئی قدم اٹھانے سے قبل معتبر، قابل اعتماد اور تجربہ کار اہل علم کی طرف رجوع کر لیا کریں، تاکہ علماء کا مقام بھی باقی رہے اور ان کی اذان بھی صحیح سمت رہے، یہی بات میں نے ستائیس رمضان ۱۴۲۱ھ کی شب جامع مسجد مومن پورہ ممبئی میں مسجد کے بعض ذمہ داروں کے سامنے رکھی تھی کیونکہ اس مسجد میں ایک عرصہ سے وتر میں دعائے قنوت رکوع کے بعد پڑھی جاتی تھی، یہ وہی مسجد ہے جس کی امامت اس سے قبل مولانا داؤد راز اور مولانا مختار احمد ندوی رحمہما اللہ اور قاری نجم الحسن فیضی حفظہ اللہ جیسے اہل علم کراچکے ہیں اور ہندوستان کے گوشے گوشے سے اہل علم یہاں آتے رہے ہیں، لیکن ایک جذباتی، کم تجربہ اور نو فارغ نوجوان مولوی نے اس طریق کار کو بدعت کہتے ہوئے بدل کر رکوع سے پہلے دعا کروانا شروع کر دیا تھا، اتفاق سے اس مجلس میں میرے بڑے بھائی قاری نجم الحسن اور مولانا عبد الرحمن مبارکپوری حفظہما اللہ فرزند ارجمند شیخ الحدیث مبارکپوری رحمہما اللہ بھی موجود تھے، سلسلہ گفتگو میں مولانا عبد الرحمن حفظہ اللہ نے فرمایا کہ والد مرحوم نے مرعاۃ میں رکوع سے قبل دعائے قنوت کو افضل قرار دیا ہے لیکن خود آخری عمر تک ان کا معمول یہی رہا ہے کہ وہ دعائے قنوت رکوع کے بعد ہی پڑھتے رہے ہیں، اس وقت ہم نے برجستہ کہا تھا ”یہ ہے علم جو بول رہا ہے“۔

خلاصہ یہ کہ دعائے قنوت وتر رکوع سے پہلے بھی جائز ہے اور رکوع کے بعد بھی بلاشبہ مشروع اور جائز ہے، اس سے انکار اور اس کے عدم جواز کی کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

## تیسرا مسئلہ

## قنوت در میں "اللہم اھدنی" کے بجائے "اللہم اھدنا" کا استعمال کرنا

وترے متعلق ہمارے یہاں ایک مسئلہ یہ چھڑتا ہے کہ امام اگر دعائے قنوت پڑھ رہا ہے تو وہ "اللہم اھدنی و عافنی و تولنی" ہی پڑھے گا جیسا کہ حدیث میں وارد ہے، یا جماعت کی مناسبت سے جمع متکلم کی ضمیر "اللہم اھدنا و عافنا و تولنا" استعمال کرے گا۔

بعض لوگ جو دعائے ماثورہ میں تبدیلی کے قائل نہیں ہیں وہ امام کے لئے "اللہم اھدنی" کہنا ہی ضروری سمجھتے ہیں، بلکہ بعض لوگ تو اس قدر تشدد برتتے ہیں کہ جمع متکلم کی ضمیر استعمال کرنے کو بدعت قرار دیتے ہیں چنانچہ ابھی ابھی جس جامع مسجد کا ذکر آیا ہے اس میں ایک مدت سے امام قنوت میں "اللہم اھدنا" یعنی جمع متکلم کی ضمیر استعمال کرتا تھا، لیکن بعض حضرات نے اس میں تبدیلی کر کے "اللہم اھدنی" کر دیا، اس مسئلے پر کئی اعتبار سے گفتگو کی جاسکتی ہے لیکن چونکہ یہ صفحات تفصیل کے متحمل نہیں ہیں لہذا صرف دو باتوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اول: قطع نظر اس سے کہ دعائے ماثورہ میں تبدیلی مطلقاً ناجائز ہے یا اس میں کچھ تفصیل ہے، وقت اور جگہ کی مناسبت سے دعا میں واحد کی جگہ جمع متکلم کی ضمیر استعمال کرنا کوئی ایسی تبدیلی نہیں ہے جس کے بارے میں یہ کہا جائے کہ "اللہم اھدنی" کی جگہ امام اگر جماعت کی مناسبت سے "اللہم اھدنا" کہہ دیتا ہے تو وہ دعائے ماثورہ میں تبدیلی کا مرتکب ہو رہا ہے، جیسا کہ ہر صاحب بصیرت سمجھ سکتا ہے، چنانچہ حافظ عبد اللہ صاحب روپڑی رحمہ اللہ نے ایک طویل فتوے میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔<sup>۹۷</sup> کیونکہ اس تبدیلی میں نہ تو تقدیم و تاخیر ہے نہ کمی و زیادتی اور نہ ہی اس سے معنی و مفہوم میں کوئی تبدیلی واقع ہوتی ہے۔

۹۷- فتاویٰ اہل حدیث: ج ۲، ص ۶۳۳-۶۳۴۔

ورد: عہد صحابہ ہی سے سلف کا یہ طریقہ چلا آ رہا ہے کہ جب جماعت کے ساتھ دعائے قنوت پڑھتے تھے تو جمع کی ضمیر استعمال کرتے تھے، تاوقت تحریر دعائے قنوت "اللہم اھدنی فیمن ھدیت" سے متعلق کوئی صحیح اثر مجھے نہیں مل سکا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی جس روایت میں "اللہم اھدنا" کا ذکر ہے وہ ضعیف ہے، جس کی وضاحت شیخ الحدیث مبارکپوری رحمہ اللہ نے مرعاة الفاتح میں کر دی ہے، البتہ علامہ حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ نے اسے قوی تسلیم کیا ہے۔<sup>۹۸</sup> البتہ اس کے علاوہ دیگر دعائیں جو قنوت سے متعلق وارد ہیں وہ تمام جمع کے صیغے کے ساتھ ہیں، عہد فاروقی سے متعلق ابھی ابھی دوسرے مسئلے میں جو روایت نقل کی گئی اس میں بھی جو دعائے مذکورہ وہاں بھی جمع کے صیغے استعمال ہوئے ہیں، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر تابعین وغیرہ سے جو قنوت کتب حدیث میں مروی ہے اس میں بھی جمع کا ہی صیغہ استعمال ہوا ہے۔<sup>۹۹</sup>

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی ایک سوال کے جواب میں ضمنایہ لکھا ہے کہ اگر مقتدی کسی دعا پر آمین بول رہے ہیں تو امام جمع کی ضمیر استعمال کرے گا۔<sup>۱۰۰</sup> امام عبدالرزاق بن ہمام اور امام بغوی رحمہم اللہ نے بھی اس کی صراحت کی ہے، چنانچہ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ اپنی تالیف میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ایک قنوت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

"ولو كنت اماما قلت هذا القول ثم قلت: اللهم اهدنا فيمن هديت".<sup>۱۰۱</sup>

یعنی اگر میں امام ہوتا تو اس دعا کو پڑھتا اور جب یہ دعا پڑھ کر فارغ ہوتا تو یہ دعا بھی پڑھتا:

"اللہم اھدنا فیمن ھدیت".

۹۸- مرعاة الفاتح: ج ۳، ص ۵۱۶، فتاوی الملحدیث: ج ۳، ص ۶۳۳۔

۹۹- دیکھیے: مصنف عبدالرزاق: ج ۳، ص ۱۰۵۔ مختصر قیام اللیل: ۳۲۲-۲۲۳۔ السنن الکبری للبیہقی: ج ۲، ص

۲۱۰-۲۱۱۔

۱۰۰- مجموع الفتاوی: ج ۲۳، ص ۱۱۸۔

۱۰۱- مصنف عبدالرزاق: ج ۳، ص ۱۱۱، بعد الروایہ نمبر: ۴۹۶۸۔



امام محی السنہ بغوی رحمہ اللہ اپنی کتاب شرح السنہ میں باب باندھتے ہیں: "الدعاء في القنوت". اس باب کے تحت سب سے پہلے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی وہی مشہور حدیث نقل کرتے ہیں جس میں دعائے قنوت کا ذکر ہے: "اللهم اهدني فيمن هديت..... الخ"، پھر اس حدیث پر کچھ گفتگو کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اگر دعائے قنوت پڑھنے والا شخص امام ہو تو جمع کی ضمیر استعمال کرے گا اور کہے گا "اللهم اهدنا، وعافنا وتولنا وبارك لنا وقنا" اور واحد کی ضمیر استعمال کر کے صرف اپنے لئے ہی دعا نہ کرے گا، پھر اس کے بعد حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث نقل کی ہے جس میں نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ "اگر کوئی شخص لوگوں کی امامت کر رہا ہے اور صرف اپنے لئے ہی دعا کرتا ہے تو وہ ان کے ساتھ خیانت کر رہا ہے" (اس حدیث کا ذکر اگلی سطور میں آ رہا ہے) اس کے بعد امام بغوی رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک قنوت نقل فرمایا ہے،<sup>۱۰۲</sup> جس سے شاید یہ واضح کرنا ہے کہ عہد صحابہ ہی سے ائمہ کا یہ طریقہ رہا ہے کہ جب وہ لوگ دعا کرتے اور ان کے پیچھے لوگ آمین کہتے تو وہ جمع کی ضمیر ہی استعمال کیا کرتے تھے، واللہ اعلم۔

نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ امام نماز تو پڑھا رہا ہے تمام مقتدیوں کو اور دعا کرتے وقت صرف اپنے آپ کو خاص کر رہا ہے، اس طرح تو وہ امام اس وعید کا مستحق ٹھہر رہا ہے جس کا ذکر درج ذیل حدیث میں ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"ثَلَاثٌ لَا يَجِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَفْعَلَهُنَّ لَا يَوْمٌ رَجُلٌ قَوْمًا فَيَخْصُ نَفْسَهُ بِالْدُّعَاءِ دُونَهُمْ فَإِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَهُمْ وَلَا يَنْظُرُ فِي قَعْرِ بَيْتٍ قَبْلَ أَنْ يَسْتَأْذِنَ فَإِنْ فَعَلَ فَقَدْ دَخَلَ وَلَا يُصَلِّي وَهُوَ حَقٌّ حَتَّى يَتَخَفَّفَ"<sup>۱۰۳</sup>

۱۰۲- شرح السنہ: ج ۳، ص ۱۳۱، ۱۳۸۔ واضح رہے کہ حضرت عمر سے مروی اس قنوت میں جمع کی ضمیر استعمال ہوئی ہے۔  
 ۱۰۳- سنن ابوداؤد: ۹۰، الطہارۃ، سنن الترمذی: ۳۵۷، الصلاۃ۔ مسند احمد: ج ۵، ص ۲۸۰ بروایت ثوبان۔ اس حدیث کی صحت علماء کے نزدیک مختلف فیہ رہی ہے، امام ابن تیمیہ، امام ابن القیم اور علامہ البانی رحمہم اللہ اس حدیث کو ضعیف اور امام ترمذی، امام بغوی، علامہ احمد شاہ اور شیخ الحدیث مبارکپوری رحمہم اللہ اسے حسن بتلاتے ہیں۔ دیکھئے ضعیف سنن ابوداؤد: ج ۱، ص ۳۵، ۳۲۔ شرح السنہ: ج ۳، ص ۱۳۰۔ شرح السنن الترمذی: ج ۲، ص ۱۹۰۔ الرعاۃ: ج ۳، ص ۵۱۷۔

”تین کام کسی کے لئے جائز نہیں ہیں:

- ۱۔ کوئی شخص کسی قوم کی امامت کرائے اور اہل جماعت کو چھوڑ کر خاص اپنے لئے دعا کرے، اگر ایسا کیا تو امام نے مقتدیوں سے خیانت کی۔
- ۲۔ اجازت ملنے سے پہلے ہی کسی کے گھر میں اندر جھانکے، اگر ایسا کیا تو گویا اہل خانہ سے خیانت کی۔

۳۔ کوئی شخص پیشاب و پاخانہ روکے ہوئے نماز پڑھے حتیٰ کہ فراغت حاصل کر لے۔  
 قطع نظر اس سے کہ یہ حدیث حسن ہے یا ضعیف تمام علماء اور شارحین حدیث نے اس سے تقریباً یہی مراد لیا ہے کہ قنوت وغیرہ میں امام کو صرف اپنی ذات کے لئے دعا نہیں کرنی چاہئے بلکہ دعا کرتے وقت مقتدیوں کا خیال کرتے ہوئے جمع متکلم کی ضمیر استعمال کر کے انہیں بھی شامل دعا کرنا چاہئے، میں اس حدیث کی شرح سے متعلق علماء کرام کے اقوال نقل کر کے موضوع کو طول نہیں دینا چاہتا، صرف امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ایک مختصر عبارت نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

چنانچہ امام مرحوم سے مذکورہ حدیث سے متعلق سوال کیا گیا تو اس کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں ”اور جب یہ بات واضح ہو گئی تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث اگر صحیح ہے تو اس سے مراد امام کی وہ دعا ہے جس پر مقتدی آمین بول رہے ہوں، جیسے دعائے قنوت، اس لئے کہ جب مقتدی آمین بولتا ہے تو گویا وہ بھی دعا کر رہا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

﴿قَدْ أَجَبْتُ دُعَوْتُكُمَا﴾ (یونس: ۸۹)

تم دونوں کی دعا قبول ہوئی۔

دعا کر رہے تھے اور دوسرے صاحب

یعنی حضرت ہارون علیہ السلام آمین بول رہے تھے۔ ۱۰۴

۱۰۴- شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا اشارہ سورہ یونس میں مذکور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قہصے کی طرف ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ فرعون اور اس کی قوم پر وعظ و نصیحت کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا اور طرح طرح کے معجزات دیکھ کر بھی اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تو دونوں بھائی حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام مل کر فرعون اور قوم فرعون کے بارے میں بددعا کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَئَهُ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاهْزُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝ قَالَ قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا فَاسْتَجِبْمَا وَلَا تَجْعَلْ لِّلَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝﴾ (یونس: ۸۸-۸۹)

اور موسیٰ نے عرض کیا: اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو طرح طرح کے مال اور سامان زینت دنیاوی زندگی میں دیئے ہیں، اے ہمارے رب! اسی واسطے دیئے ہیں کہ وہ تیری راہ سے گمراہ کریں، اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے، سو یہ ایمان نہ لانے پائیں یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں، حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی سو تم ثابت قدم رہو اور ان لوگوں کی راہ نہ اپناؤ جن کو ظلم نہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی“ حالانکہ اس سے قبل آیت میں صرف موسیٰ علیہ السلام کے ہی دعا کرنے کا ذکر ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ دعا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کر رہے تھے، البتہ ان کی دعا پر حضرت ہارون علیہ السلام آمین بول رہے تھے، اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام واحد متکلم کی ضمیر کے بجائے بار بار جمع متکلم کی ضمیر استعمال کر رہے تھے تو دعا کرنے میں دونوں بھائی شریک تھے، جس سے معلوم ہوا کہ مقتدی اگر امام کی دعا پر آمین بول رہا ہوں تو گویا خود بھی دعا کر رہا ہے، اب اگر وہ دعا صرف امام کے لئے رہی اور اس میں صرف واحد متکلم کی ضمیر استعمال ہوئی تو اس کا مطلب ہوگا کہ امام اور مقتدی دونوں صرف امام ہی کے لئے دعا کر رہے ہیں۔ واللہ اعلم۔

اس طرح جب مقتدی امام کی دعا پڑھتا رہا تو امام کو جمع کی ضمیر استعمال کرنا چاہئے۔ ۱۰۵  
 قصہ مختصر یہ کہ دعائے قنوت اور اس طرح کی دیگر اجتماعی دعاؤں میں امام اور دعا کرنے والے  
 کے لئے متعین ہے کہ وہ جمع کے صیغے ہی استعمال کرے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

وما علینا إلا البلاغ المبین

والسلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ



## صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی کی مطبوعات

- (۱) نوجوانوں کو پختہ نصیحتیں۔
- (۲) فضائل رمضان المبارک۔
- (۳) فضائل عید الاضحیٰ۔
- (۴) تراویح آٹھ رکعت۔
- (۵) رپورٹ صوبائی جمعیت۔
- (۶) ایمانی کمزوری کے اسباب و علاج۔
- (۷) الارشاد الی سبیل الرشاد۔
- (۸) قیامت کی نشانیاں
- (۹) الحج والعمرة والزیارة۔
- (۱۰) سلام اور اہنسا
- (۱۱) اسلام اور رواداری۔
- (۱۲) جماعت اہل حدیث اور آزادی وطن
- (۱۳) شرک قرآنی تمثیلات کی روشنی میں۔
- (۱۴) تحفظ سنت کانفرنس ایک تحقیقی جائزہ۔
- (۱۵) خطاب ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری بموقع 'جماعت اہل حدیث اور آزادی وطن'۔
- (۱۶) جماعت اہل حدیث اور آزادی وطن (بزبان انگریزی)
- (۱۷) زکاة کے مسائل۔
- (۱۸) صوبائی جمعیت اہل حدیث: تعارف و کارکردگی۔
- (۱۹) قیام رمضان



صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی اپنے مقصد و جود اور مشن کی تکمیل میں بحمد اللہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب و سنت) کی نشر و اشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم و تربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کر رہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔

- ☆ ماہانہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
  - ☆ جلسے اور کانفرنسیں۔
  - ☆ انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
  - ☆ ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
  - ☆ مفت کتابوں کی تقسیم۔
  - ☆ مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
  - ☆ ضرورت مند افراد کا تعاون۔
  - ☆ مصائب و حادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون۔
  - ☆ نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ و دو۔
  - ☆ دعا کی تربیت کا اہتمام وغیرہ۔
- دینی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے درمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

**SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI**

14/15, Chunawala Compound, Opp. BEST Bus Depot, L.B.S. Marg,  
Kurla (W)., Mumbai - 400 070. Tel.: 2503 2555 • Fax : 25034885